نقیبِ ختمِ نبوت

ماہنامہ — ملتان

ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ
اپریل ۱۹۹۵ء

حج (کی تیاری) کے مہینے عام طور پر معلوم ہیں۔ پس جس کسی نے ان مہینوں میں حج کرنا اپنے اُوپر لازم کر لیا تو (وہ حج کی حالت میں ہو گیا، اور) حج کی حالت میں نہ تو عورتوں کی طرف رغبت کرنا ہے، نہ گناہ کی کوئی بات کرنی ہے۔ اور نہ لڑائی جھگڑا۔ اور (یاد رکھو!) تم نیک عمل کی باتوں میں سے جو کچھ بھی کرتے ہو، اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ (البقرہ: ۱۹۷)

ترجمہ: ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

مقامِ اقبال

کتاب اللہ کی بلاغت کے صدقے جائیے، خود بولتی ہے کہ یہ محمد ﷺ پر اتاری گئی ہوں۔

بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو، اس کو پڑھا کرو۔ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی طرح نہ سہی، اقبال کی طرح ہی پڑھ لو۔

دیکھا! اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر بلہ بول دیا۔ اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔

افسوس! تم نے اقبال کو سمجھا ہی نہیں۔ انگریز سمجھ لیتا تو اقبال تختہ دار پر ہوتے اور قوم سمجھ لیتی تو کبھی غلام نہ رہتی۔ وہ تمہارے بتکدے میں نعرۂ تکبیر کی صدا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

خطاب لاہور، ۱۹۴۶ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ اپریل ۱۹۹۵ء جلد ۶ شمارہ ۴ قیمت فی پرچہ =/۱۰ روپے

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسؤل: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبد الحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین
خادم حسین ۔ ابو سفیان تائب
محمد عمر فاروق ۔ عبد اللطیف خالد
سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے ◆ بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ	دل کی بات	مدیر	۳
شذرہ	تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں	سید عطاء المحسن بخاری	۵
انٹرویو	امریکہ کشمیر کو احمدی سٹیٹ بنانا چاہتا ہے	مرزا سلمان بیگ	۷
روشنی	ایک سابق ٹی۔وی، فلم اداکار عابد بٹ کی باتیں	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	۹
دین و دانش	خاندان نبوی کے سربراہ	شاہ بلیغ الدین	۲۵
	حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام	مولانا محمد مغیرہ	۱۵
تاریخ و تحقیق	تجارت کے اسلامی اصول	حکیم محمود احمد ظفر	۲۸
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات انکی	ساغر اقبالی	۳۹
ردّ مرزائیت	سترھویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس ربوہ کی روداد	عبد اللطیف خالد چیمہ	۴۶
گوشۂ اقبال	(نظم) اقبال	شورش کاشمیری	۴۸
خواب و خیال	حکیم مشرق کی محفل میں چند لمحات	پروفیسر محمد سلیمان دانش	۴۹
مقالہ	اسلامی ثقافت اردو شاعری اور اقبال	پروفیسر عابد صدیق	۵۳
باز گشت	جمہوریت، اقوال کی خوشنمائی، اعمال کی سیہ دلی	شورش کاشمیری	۵۹
گوشہ نسواں	نیا آسماں (افسانہ)	ایس ایس بخاری	۶۰
	نعت	لالہ صحرائی	۶۳

دل کی بات

"آنجہانی" تحریک استقلال کے سربراہ ائیر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے کہا ہے کہ

"ملک ٹوٹنے کے قریب ہے، اسمبلیاں توڑ دی جائیں۔ لوگوں کو نظریہ پاکستان پر اعتماد نہیں رہا۔ حکمرانوں نے جو کام بھی کیا نظریہ پاکستان کے خلاف ہی کیا۔ موجودہ حالات کے ذمہ دار نواز شریف، بے نظیر اور اسحق خان ہیں۔ ان سمیت کوئی بھی سیاست دان ملک سے قطعی طور پر مخلص نہیں۔ بلکہ سب مفاد پرست ہیں اور ہر کوئی اپنی اپنی سیاست چمکانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

ہمیں امریکی طیاروں کی ضرورت نہیں، رقم واپس لے کر بے روزگاروں کی فلاح پر خرچ کی جائے۔"

(روزنامہ خبریں سے گفتگو ۶ اپریل ۱۹۹۵ء)

اصغر خان میں کوئی اور خوبی ہو نہ ہو لیکن ایک خوبی ان میں ایسی ہے جو ان کے ہم جنس دوسرے سیاست دانوں میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ موصوف سچ بولتے ہیں اور ہر دور میں بولتے ہیں لیکن خامی یہ ہے کہ شروع شروع میں وہ بروقت سچ بولتے تھے اب بعد از وقت بولتے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کی تحریک کے دوران لاہور ہائیکورٹ بار میں بھی سچ بولا تھا اور بروقت بولا تھا۔

"ہماری تحریک بھٹو کو اقتدار سے الگ کرنے کے لئے ہے۔ نظامِ مصطفیٰؐ کے نفاذ کے لئے ہرگز نہیں۔"

لیکن آج انہوں نے جن حالات کا نوحہ کہا ہے، اپنے سمیت تمام سیاست دانوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف ہے مگر انہوں نے یہ اس وقت کیا جب خود انہی کے تعاون سے برسر اقتدار آنے والا گروہ موجود حکومت کی صورت میں ملک و قوم کی قسمت سے کھیل رہا ہے۔ اصغر خان کا المیہ یہ ہے کہ وہ اب بعد میں سوچتے اور بولتے ہیں۔ اے کاش! یہ بات وہ موجودہ حکمرانوں کو اقتدار میں لانے سے پہلے سوچتے تو شاید حالات آج مختلف ہوتے۔

خدا خدا کر کے بے نظیر زرداری کی امید بر آئی اور وہ امریکہ یاترا کے لئے واشنگٹن چلی گئیں۔ اس دورہ کے مقاصد بے نظیر حکومت کے حالیہ اقدامات اور بیانات کی روشنی میں اظہر من الشمس ہیں۔ وہ دراصل امریکہ کو یقین دلانے گئی ہیں کہ ہم بنیاد پرستوں (نفاذ اسلام کے خواہاں) کو کچل دیں گے۔ انہیں امریکی زبان میں دہشت گرد اور مذہبی جنونی کہہ کر بدنام کریں گے۔

*ایٹمی صلاحیت کے میدان میں امریکہ کی مکمل فرمانبرداری کریں گے۔ اور ورلڈ بینک کے فرمان کے آگے سرنگوں ہوں گے۔

* پاکستان کے مذہبی تشخص کو بتدریج ختم کر دیں گے اور اس کے لئے ذرائع ابلاغ کو بھرپور طریقے سے استعمال کریں گے۔

* پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنا کر امریکی مفادات کا مکمل تحفظ کریں گے۔

*الجزائر، مصر اور ترکی کی طرح مذہبی قوتوں کو بدنام اور قتل کریں گے۔

*ہم اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے امریکہ کی کامل فرماں برداری کریں گے چاہے ملک ہی ٹوٹ جائے۔ جس طرح بھٹو نے اقتدار کے لئے مشرقی پاکستان کا دھڑن تختہ کر دیا تھا۔

*ہم کشمیر کے متعلق عملی طور پر وہی کچھ کریں گے جو امریکہ چاہے گا اور کشمیر جنت نظیر کا فیصلہ بھی امریکہ ہی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے۔

غرض ہمیں کچھ نہ کہو ہم آپ کے غلام بے دام رہیں گے۔

گزشتہ چھے ماہ میں پی پی حکومت نے جو اقدامات کئے وہ درج بالاخدشات کی مکمل تصدیق کرتے ہیں۔ بے نظیر بقاء اقتدار کی اس تگ و دو میں کتنی کامیاب ہوتی ہیں اور وطن واپسی پر اپنی پٹاری سے کیا نکالتی ہیں یہ تو یا وہ خود جانتی ہیں یا ان کا خدا امریکہ جانتا ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے والے بالاخر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے والوں سے شکست کھا جائیں گے اور ایک روز ذلت و ہزیمت کا نشانِ عبرت بن جائیں گے۔

اخباری اطلاعات اور ہمارے مشاہدہ کے مطابق ملک کے مختلف بڑے شہروں میں اوباش لوگوں نے منی سینما گھر بنائے ہوئے ہیں۔ جن میں نہایت معمولی ٹکٹ پر قوم کے نونہال اور معصوم بچوں کو مخرب اخلاق فلمیں دکھا کر ان کے اخلاق و کردار کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ یہی بچے بڑے ہوں گے تو وہی آموختہ دہرائیں گے جو آج انہیں پڑھایا، سکھایا اور دکھایا جا رہا ہے۔ یہ ایک نسل کا قتل ہے اور موجودہ حکمران اس بھیانک جرم کے نہ صرف مرتکب ہیں بلکہ مؤید و سرپرست بھی ہیں۔ گورنر پنجاب تو دو ماہ قبل یہ بیان بھی داغ چکے ہیں کہ

"تہذیبی گھٹن ختم ہونی چاہیئے اور ہر پلازہ میں ایک منی سینما گھر تعمیر ہونا چاہیئے۔"

ہم دیانت داری کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ موجودہ حکمران کافرانہ تہذیب، کافرانہ ثقافت اور کافرانہ نظام کے پروردہ اور نمائندہ ہیں ان کے بارے میں کوئی مثبت رائے قائم کرنا اور کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا خود اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مستقبل کے ان معماروں، نونہالوں اور معصوم بچوں کو ایسے غلیظ ماحول سے بچانے کی فکر و تدبیر کریں۔ اہل محلہ کی تائید و حمایت سے اپنی صدائے احتجاج کو اسقدر طاقتور بنا دیں کہ حکومت فحاشی کے ان مراکز کو بند کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اپنے لئے، اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے اور وطن عزیز پاکستان کی بقاء کے لئے انہیں عریانی و فحاشی اور بد تہذیبی کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اعلانِ جنگ کر دینا چاہیئے۔

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں سپاہ صحابہ، تحریک جعفریہ اور جماعت اسلامی کے ایک مشترکہ اجلاس میں ان تنظیموں کے مرکزی رہنما اکٹھے ہوئے اور ملک میں فرقہ واریت کے نام پر ہونے والی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے خاتمہ کی راہیں تلاش کرتے رہے۔ اخبارات اور ٹیلی ویژن کے ذریعے جو فیصلے سامنے آئے ان کے مطابق تمام رہنماؤں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کوئی طبقہ کسی کے عقائد اور دینی شخصیات کی توہین نہیں کرے گا اور رواداری کے جذبہ سے سرشار ہو کر ملک میں امن و امان قائم رکھے گا۔ شیعہ رہنماؤں نے اعلان کیا کہ ہم صحابہ کرام پر تبرّیٰ کو غلط سمجھتے ہیں یہ ہمارے عقائد کا حصہ نہیں ہے۔

اس اعلامیہ کے بعد ملک میں فرقہ وارانہ فسادات اور قتل و غارت گری رک گئی ہے۔ یہ اس بات کی تصدیق ہے کہ یہ طبقے بہر حال ان فسادات میں کسی نہ کسی حیثیت میں ملوث تھے۔ ہم نے تو روزِ اوّل ہی اس متشددانہ رویہ کو غلط کہا تھا جس کے نتیجہ میں یہ فضا پیدا ہوئی اور سینکڑوں معصوم نوجوان ان فسادات کی بھینٹ چڑھ گئے۔

تشدد کی لہر کو ختم کرنے کی یہ کوششیں بہر حال قابل تحسین ہیں لیکن اصل بات اس ضابطہ اخلاق کی پابندی اور اس پر عمل درآمد ہے جو ہر دو فریقوں نے طے کیا ہے۔ شیعہ گروہ کے ذمہ دار حضرات اپنی کتابوں سے قدح صحابہ سے متعلق تمام گستاخانہ مواد کو حذف کر کے امن و آشتی کی راہ ہموار کریں اور رواداری کا عملی ثبوت دیں۔ وگرنہ خدانخواستہ صورتِ حال جوں کی توں رہے گی۔

سید عطاء المحسن بخاری

تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

فقیہ فرنگی کے قارون' لُردِ فرنگی' خاکبازی میں چار چوکس 'تشنہ لب' بھوکی نگاہوں والے' اسلام میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں فکرِ افلاطوں۔ افلاطون نے عہد موسیٰ علیہ السلام میں دین موسوی کا انکار کیا اور تم افلاطونوں نے پندرھویں ہجری میں دین محمدی ؐ کا انکار کر دیا مگر تمہارا کمال یہ ہے کہ تم لطیف حیلوں سے انکار کرتے ہو اور کمال در کمال یہ کہ تم اپنے انکار کو بھی اسلامائز کرتے ہو۔

گویا تم شارع ہو (معاذاللہ) اور تمہاری سفاہت کو تسلیم کر لیا جائے اور سفیہانِ پاکستان کو یہ حق دیدیا جائے کہ وہ جب چاہیں اور جو چاہیں اسلام بنا ڈالیں۔ مسلمان اسے مان لیں اور بے چون و چرا مان لیں جیسے تم ان کے مُطاع ہو۔

رائے رکھنے اور اظہار رائے کا یہ کیسا بھونڈا طریقہ ہے کہ مسلمان کہلا کے' مسلمانوں کا دین اختیار کرکے کفار و مشرکین کے رویوں' جذبوں اور سماجی بداخلاقیوں کو اخلاقِ عالیہ کا نام دیکر خود تو مانتے ہو اس پہ ستم یہ کہ ذرائع ابلاغ (جو پی پی کی ونڈی ہیں) سے اُمتِ مسلمہ پر بھی مسلط کرتے ہو' اس کے حق میں دلائل پیش کرتے ہو اور اس کے خلاف دلائل نہ خود سنتے ہو' نہ اُمتِ مُسلمہ کو سنانے کے مواقع فراہم کرتے ہو۔

اپنی ذاتی محنت و کاوش سے اگر کوئی اللہ کا بندہ یہ طاقت پیدا کر لے تو تمہاری سَڑی بُسی ہوئی بلکہ "ترقی" ہوئی تہذیب بد اس طاقت کو اشتری حیلوں سے ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتی ہے۔ اس لئے کہ تمہاری تہذیبِ بد اب ملٹی کلچرل موومنٹ بن گئی ہے۔ تم اس مخفی طاقت کو کرش کرکے بڑا تیر مارتے ہو۔ امریکی یہودیوں کو' پاکستانی "یہودیوں" کو' پاکستانی ہندوؤں اور نصرانیوں کو خوش کرتے ہو' ان کی رضا حاصل کرکے میٹھی نیند سوتے ہو اور پروپیگنڈہ کرتے ہو دو قومی نظریئے کا۔

تم سے بڑا جھوٹا تو گوئبلز بھی نہ تھا۔ تم نے تو جھوٹ بولنے میں ورلڈ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں' تم بہت بڑے کذاب ہو بلکہ "کذابِ اشر" ہو۔ جس بد تہذیبی کو تم نے قبول کیا ہے اور جس کو پراپیگیٹ کرکے تم خبیثان مجمع اُمت مُسلمہ پر مسلط کرتے ہو کیا یہی دو قومی نظریئے کی انتہا ہے؟ اسی لئے تم نے امت مسلمہ کو خون دریا عبور کرنے کا نعرہ دیا تھا۔ کیا اسی پاکستان کا مطلب لاالہ الااللہ تھا؟

گزشتہ دنوں "عالمی شہرت یافتہ" محمود بھٹی نے لاہور میں جس فیشن شو کا اہتمام کیا' وفاقی وزیر احمد مختار اس میں مہمان خصوصی تھے۔ یہ شو لاالہ الااللہ کا مطلب سمجھانے کیلئے منعقد کیا تھا' یہ شو غریبوں کو روٹی' کپڑا' مکان دینے کیلئے سجایا گیا تھا' میرٹ پر ملازمتیں دینے کیلئے سنوارا گیا تھا' ملک میں خوشحالی' امن' استحکام لانے کیلئے دکھایا گیا تھا' تُف ہے اس تہذیب بد پر اور لعنت ہے اس کے کارندوں پر۔

جناب وزیر تجارت! اپنے نام کی ہی لاج رکھ لی ہوتی۔ دین کی لاج ستم ملٹی کلچرل بوتھوں نے نہیں رکھی جس کے عالی نام پر آپ اور آپ جیسے سینکڑوں کا نام رکھا جاتا ہے' اسی کی شرم کی ہوتی۔۔۔ قیامت کے دن کس منہ سے شفاعت کے امیدوار ہوگے؟ شفاعت تو ماننے والوں اور فرمانبرداروں کی ہوگی۔ نہ ماننے والے نافرمانوں' منکروں اور بدکرداروں کی نہیں ہوگی۔ کفریہ اعمال پر دندنانے والوں' گناہوں پر خوش ہونیوالوں' گناہوں میں مگن رہنے والوں' جرائم' معاصی اور خباثتوں کو فروغ دینے والے سماجی بھیڑیوں کی شفاعت نہیں ہوگی

وہ میدان محشر ہوگا' گجرات کا تھانہ نہیں۔ جہاں ایک اشارۂ ابرو پر بدقماشوں' بدمعاشوں' مجرموں' سفلوں اور سیاسی کمینوں رذیلوں کو آپ کے سایہ عاطفت میں پناہ مل جاتی ہے۔ عقل پاس ہے تو اٹھارویں پارے کی سورۃ نور کی آیت 19 پڑھ لو کہ "فحاشی پھیلانے والوں کیلئے دنیا و آخرت میں عذاب اَلیم ہے" اس سے بچو! امتِ مُسلمہ کی پھٹکار' نفرت اور حقارت بھی تو عذاب ہے۔ تم اس حقیقت اور موٹی بات کو کیوں نہیں سمجھتے؟ باز کیوں نہیں آتے؟ اپنے گناہوں کی تو شاید تم معافی بھی مانگ لو اور شاید معافی مل بھی جائے کہ توبہ کا دروازہ ہر کس و ناکس اور حاکم و محکوم کیلئے کھلا ہے۔

اللہ اور بندے کے مابین جو تعلق ہے وہ کسی بھی وقت ملاں ظفر اور مائیک ٹائی سن جیسوں کو تبدیل کر سکتا ہے لیکن یہ قومی جرائم' یہ قومی ڈکیتی' حرام کاری' یہ اجتماعی گناہ' یہ آبرو باختگی' یہ حقوق العباد کا قتل اور یہ سفلہ پن بھلا کیسے معاف ہوں گے؟ ساری "سروس" کی دولت بھی داؤ پر لگا دو تو معافی نہیں ملے گی۔ جب تک قوم کو وہ قومی نظریئے پر واپس نہیں لاؤ گے اور جب تک پاکستان کے مطلب لاالہ الااللہ کو قوم کے انگ انگ میں نہیں سموؤ گے۔

احمد عکاز' فخر زمان اور اس قبیلے کے سب گستاخ پیرو جواں کسی اور مولوی کے معتقد نہ ہوں لیکن مولانا ظفر علی خان مرحوم کے معتقد اور خوشہ چین تو ہوں گے۔ آپ بھی اس نام سے آشنا و شناسا ہوں گے۔ انہی کا ایک شعر پڑھ لیں۔۔

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں یہی بات

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

پی پی کی حکومت نے تہذیب نو کا حلیہ تو نہیں بگاڑا البتہ قوم کا حلیہ بگاڑ دیا بلکہ تہذیب اسلامی کا جنازہ نکال دیا ہے۔ نیا باقیات سے انتقام لیتے لیتے باقیات صالحات سے بھی وہ انتقام لیا ہے جو شمر نے حسینؓ سے لیا تھا۔ سچ کہا اقبال غیور و جسور نے۔

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور پی پی کے جیالے تو نئی تہذیب کے متوالے ہیں۔ ان کے گندا ہونے میں کیا شک ہے اور یہ ایسے گندے ہیں کہ انہوں نے سارا تالاب ہی گندا کر دیا۔

جھلسا دیا ایک ہی "نر نکی" نے
پتھر کو' پھول کو' شجر کو ○

دیدہ ور

یوم پاکستان

لاہور یوم پاکستان پر سیٹھ عابد کا جشن بہار۔ صبح سے رات تک تتلیاں رقص کرتی رہیں۔ جام کھنکتے رہے۔ دس ہزار افراد کا انتظام تھا۔ مگر لاہور کی کریم ڈیڑھ ہزار سے بھی کم نکلی۔ منچلوں اور منچلیوں کے لئے میوزک گروپ منگوائے گئے۔ پتنگ بازی بھی ہوئی۔ مہمانوں نے مشرق کی روایتی شرم و حیا کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ بہکنے والوں کی تعداد پینے والوں سے زیادہ تھی۔ کھانے میں مرغ بریانی۔ تکے کباب۔ دہی بھلے۔ گول گپے۔ آئس کریم اور کولڈ ڈرنکس کا بھی انتظام تھا۔ مہمانوں کے لئے بگھیاں۔ گھوڑے اور اونٹ موجود تھے۔

روزنامہ خبریں ۲۶ مارچ ۱۹۹۵ء

○

یوم پاکستان پر سیٹھ فاسد (عابد) کا جشن خمار، رقص ابلیس، اشرار.... دین کا تمسخر اڑاتے رہے۔ ابوجہل کی دنیا سجاتے رہے۔ شیطان انسانی روپ کے حیوان تراشتا رہا۔ یہ ساری خرمستیاں یہود ہنود کی دوستی اور تابعداری کا نتیجہ ہیں۔ اور سرمائے کی عفونت کا بھبکا۔ جو دولت غریبوں۔ فقیروں۔ ضعیفوں کے لئے خرچ نہ ہوگی۔ جس دولت کی زکواۃ نہ دی جائے گی۔ اس کی بوئے بد اور اس سے جنم لینے والی خوئے بد سے ایسے ہی خبیث پیدا ہوں گے۔ دولت مند بدبودار ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہر پہ جاؤ تو یہ فرنگیانہ رویوں۔ جذبوں کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ ان کا باطن کتنا گندا ہوتا ہے؟ یوم پاکستان پر ان کے کرتوتوں سے ظاہر ہے۔ یہ معمار پاکستان نہیں ہیں۔ مسمارِ پاکستان ہیں۔

مرزا سلمان بیگ — روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ مارچ ۱۹۹۵ء

امریکہ کشمیر کو احمدی سٹیٹ بنانا چاہتا ہے۔

احمدیوں کے ذریعے امریکہ جنوبی اور وسطی ایشیا کو کنٹرول کرے گا۔

امریکہ اور کینیڈا میں مقیم احمدی اپنے سیاسی و معاشی اثر و رسوخ کے ذریعہ خود مختار کشمیر کے قیام کی سازش میں مصروف ہیں۔ احمدی فرقہ کی خواہش ہے کہ وہ دس اسلامی ممالک کے "سر" پر ایک مرزائی ریاست قائم کریں۔ اس بات کا انکشاف کینیڈا میں قائم کشمیر سنٹر کے ڈائریکٹر مرزا سلمان بیگ نے نوائے وقت سے خصوصی ملاقات کے دوران کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بہت پہلے مرزائی خلیفہ مرزا بشیر الدین نے احمدی فرقہ کے ہاتھوں کشمیر کی آزادی کی پیشین گوئی کی تھی۔ اب شمالی امریکہ میں مقیم پاکستانی نژاد مرزائی اپنے بے تحاشا مالی وسائل اور سیاسی اثرورسوخ سے امریکی حکومت اور سیاسی اہلکاروں کو خود مختار کشمیر کی لابنگ کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خود مختار کشمیر کا قیام احمدیوں اور امریکی مفادات کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ امریکہ..... جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے مرکز میں موجود کشمیر پر کنٹرول حاصل کر کے پورے خطے پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ کو چین اور دیگر ممالک پر نظر رکھنے کے لئے کشمیر میں اڈے کی ضرورت ہے۔ پاکستان اور آزاد کشمیر سے مقبوضہ کشمیر کی صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے مغربی ممالک جانے والے وفود کے بارے میں انہوں نے کہا کہ پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں کی اس کوشش سے مثبت نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ مغربی دنیا مسلمانوں اور پاکستان کے مفادات کو تحفظ فراہم نہیں کرنا چاہتی۔ مغربی ممالک، مفاد پرست اور خود غرض ہیں اور ہم گذشتہ ۴۵ برسوں سے ان کی پالیسی کو سمجھ نہیں سکے۔

انہوں نے کہا کہ ۱۹۴۸ء میں امریکہ، کینیڈا اور برطانیہ نے مسئلہ کشمیر کا حل، کشمیریوں کی خواہش کے مطابق کروانے کا وعدہ کیا تھا تاہم ۴۵ برسوں سے وہ اپنے وعدے کو پورا [illegible]نے سے قاصر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں حقیقت میں تسلیم کر لینی چاہئیے کہ مغربی ممالک مس[illegible]میر کے حل میں ہماری مدد نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان ا[illegible]زاد کشمیر کی حکومتوں کے وفود جو کہ لاکھوں کروڑوں روپے کے خرچ سے بیرونی ممالک کے دورو[illegible]جاتے ہیں۔ مغربی دنیا کی بجائے اسلامی دنیا کا رخ کریں۔ دنیا میں پچاس سے زیادہ آزاد اسلامی ممالک کی حمایت سے مسئلہ کشمیر کے حل میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ اسلامی ممالک سے ہمارے ثقافتی، مذہبی اور تہذیبی

روابط اور بندھن ہیں جن کی بنیاد پر ان کو مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ سے زیادہ آسانی سے آگاہ کیا جاسکتا ہے اور اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ مغربی دنیا کے مقابلے میں اسلامی دنیا پاکستان کی حقیقی حمایت کرے۔ انہوں نے بتایا کہ ..... کینیڈا کے دورے کے دوران میری ملاقاتیں آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم، وزیر اعظم کے صاحبزادے سردار عتیق اور سپیکر پنجاب اسمبلی حنیف رامے سے ہوئی تھیں اور ملاقاتوں کے دوران میں نے بطور ڈائریکٹر کشمیر سنٹر ان اعلیٰ عہدیداروں سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو کینیڈا آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستانی اور آزاد کشمیر حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو کینیڈا کی بجائے اسلامی ممالک کے دوروں پر جانا چاہیئے۔ کینیڈا، امریکہ اور برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی اور کشمیری نژاد لوگوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو کہ اپنے اثرورسوخ سے مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرسکتے ہیں۔ اور بھارتی مظالم سے مغربی حکومتوں اور عوام کو آگاہ کرسکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ وہاں پاکستانیوں کے ہوتے ہوئے حکومتی اراکین کو سرکاری خزانے کی رقم ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم نے کینیڈا کے دورے کے دوران تھرڈ آپشن کی سختی سے مذمت کی۔ انہوں نے بتایا کہ ۱۹۹۲ء کے انتخابات کے وقت پاکستانی کمیونٹی نے قدامت پسند جماعت سے وعدہ لیا تھا کہ انتخابات میں کامیابی کی صورت میں قدامت پسند حکومت، اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر پاکستانی موقف کی حمایت کرے گی۔ انہوں نے بتایا کہ لبرل جماعت کے مقابلے میں قدامت پسند جماعت پاکستانیوں کے زیادہ قریب ہے اور ۱۹۹۵ء میں ہونے والے انتخابات میں ایک بار پھر پاکستانیوں کی اکثریت قدامت پسندوں کی حمایت کر رہی ہے۔ اور وہ اس حمایت کے بدلے میں مسئلہ کشمیر پر مدد کے لئے آمادہ بھی ہے۔ بیرون ممالک میں مقیم پاکستانی، آزاد کشمیر حکومت پر کرپشن کے الزام سے سخت پریشان ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ انہیں سچ بتایا جائے تاکہ اس کی روشنی میں وہ سچائی کا ساتھ دیں۔

لاہور اور ڈیرہ اسمٰعیل خان میں دو افراد کی عیسائیت سے توبہ اور قبول اسلام

مجلس احرار اسلام لاہور کے ناظم میاں محمد اویس کی دعوت پر ان کے ایک عیسائی دوست نے ۱۱ رمضان المبارک کو عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کا پہلا نام "یوحنا" تھا جسے تبدیل کر کے نیا نام محمد عمر فاروق رکھا گیا ہے۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک عیسائی نوجوان (جو ٹانک مشن ہسپتال میں ملازم ہے) نے ۳۱ مارچ ۱۹۹۵ء مولانا سراج الدین کے خطبہ جمعہ میں عیسائیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر دو نو مسلم بھائیوں کو اسلام پر استقامت عطاء فرمائیے۔ ہم اراکین ادارہ دونوں بھائیوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا گو ہیں۔ (ادارہ)

ضبطِ تحریر
شیخ حبیب الرحمان بٹالوی

ایک سابق ٹی وی، فلم اداکار عابد بٹ کی باتیں

اللہ پاک ہمیں ایک نمبر مسلمان بنادے

فلمی دنیا سے تبلیغی دنیا تک
اندھیروں سے اجالوں کی طرف

میں لاکھوں کماتا اور کروڑوں کی بے سکونی میرے دل میں گھر کئے ہوئے تھی

سابق ٹی وی، فلم اور سٹیج اداکار جناب عابد بٹ نے گزشتہ سال فلمی دنیا کو خیر باد کہا اور سچی توبہ کر کے تبلیغ دین کے عملِ خیر کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ وہ نہ صرف خود اس اہم فریضہ کی انجام دہی میں جُت گئے بلکہ اپنی اہلیہ کو بھی دعوت الی الخیر کے سفر میں شامل کر لیا۔ وہ ایک سال سے تبلیغی جماعت کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اُن کے لئے رشد و ہدایت کا دروازہ کیسے کھلا؟ انہوں نے لہو و لعب اور فواحش و منکرات کی زندگی کیوں ترک کی؟ ۲۲ سالہ فلمی زندگی میں کیا دیکھا؟ اور اب وہ کیا محسوس کرتے ہیں؟ یہ اور ایسے کئی سوالوں کے جوابات ان کی اس تقریر میں موجود ہیں جو انہوں نے ۱۰ مارچ ۱۹۹۵ء کو دارِ بنی ہاشم ملتان میں اجتماعِ جمعہ میں کی۔ وہ ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کی دعوت پر تشریف لائے اور حضرت شاہ جی کے خطاب کے بعد مسلمانوں سے ایمان پرور خطاب کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے جان سے پیارے معزز شاہ جی اور میرے مسلمان بھائی جو اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں جو سن رہے ہیں اور جو نہیں سن رہے ان کو بھی میں اپنا سلامِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ دوستو! میں کوئی واعظ نہیں ہوں کوئی عالم نہیں ہوں۔ اتنے بڑے علماء کے سامنے میرا اس کرسی پر بیٹھنا بھی اس کرسی کی توہین ہے۔ لیکن مجھے حکم ہے شاہ جی کا کہ بیٹھ کے کچھ کہنا ہے۔

دوستو! میرے متعلق جو بات کہی گئی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ پاک کا انعام عظیم ہے، خاص عنایت ہے کہ اللہ نے مجھے آج اس جگہ بیٹھا دیا۔ اس ممبر پر جہاں اس کے پیغمبر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو درس دیا کرتے تھے۔ یہ انعام چھوٹا انعام نہیں ہے۔ میں سنا کرتا تھا کہ دین میں بہت عزت ہے۔ لیکن داخلے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ عزت کیا ہے۔ آپ یقین کریں کہ میں مسجد کی طرف سے گذر

میں نے بائیس سال ٹیلی ویژن، فلم اور سٹیج پر گندگی پھیلائی

جاتا تھا لیکن کوئی طاقت تھی جو مجھے اندر نہیں گھسنے دیتی تھی۔ اور وہ طاقت ہار گئی، وہ شیطانی طاقت تھی۔ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ شیطان کے پاس ۷۰ ہزار قسم کے نورانی ہتھیار ہیں جن سے وہ مسلمانوں کو بھٹکاتا ہے بڑے عمل چھڑوا کر چھوٹے پر لگاتا ہے۔

میرا نام عابد بٹ ہے میں نے ۲۲ سال ٹیلی ویژن، فلم، سٹیج پر گندگی پھیلائی اور میں دنیا کے بڑے بڑے سٹیجوں پر بڑے بڑے شو کرنے لگ گیا۔ انڈیا، بنگلہ دیش اور پاکستان کے بڑے بڑے نامور فنکار میرے ماتحت کام کرنے لگے۔ ہر شخص اپنے فیلڈ میں چاہتا ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ ہو۔ اگر کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ چاہے گا کہ اس جیسا کوئی ڈاکٹر نہ ہو۔ پروفیسر ہے تو وہ چاہے گا کہ اس کا کوئی ثانی نہ ہو۔ پچھلے رمضان المبارک میں مجھے شیطان نے بہکایا کہ رمضان آ رہا ہے، اعتکاف کر لے۔ کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر جو مانگا جاتا ہے وہ ضرور دیتے ہیں۔ تو مانگ کہ اللہ تجھے دنیا کا سب سے بڑا اداکار بنا دے۔ میں ۲۰ ویں روزے اعتکاف میں بیٹھ گیا اور رو رو کر یہی دعا کرتا رہا یا اللہ مجھے دنیا کا سب سے بڑا فنکار بنا دے، مجھے دنیا کا سب سے بڑا ایکٹر بنا دے، تیرے خزانے میں کا ہے کی کمی ہے۔ ۲۷ ویں رمضان المبارک میں تہجد کے نوافل پڑھنے کے بعد اللہ کے ہاں گڑگڑا رہا تھا اور رو رہا تھا۔ میرے چار ساتھی اور بھی وہاں موجود تھے۔ وہ سو رہے تھے میں جاگ رہا تھا۔ اس لالچ سے کہ آج یقیناً میری سنی جائے گی۔ اس دن دل میں ایک اطمینان سا تھا اور میں چیخیں مار مار کر رو رہا تھا۔ منہ میں کپڑا لے لیا کہ میرے ساتھی میری اس آواز سے اٹھ نہ جائیں۔ میں رو رہا تھا اور مانگ رہا تھا کہ اللہ نے میرے دل سے ایک ایسی بات نکلوا دی کہ وہاں شیطان کی شکست ہو گئی۔ اللہ نے بات کیا نکلوا دی کہ اے اللہ! اگر تجھے یہ کام پسند نہیں ہے تو مجھے ویسا بنا دے جس طرح تجھے اپنا انسان پسند آ جاتا ہے۔ تو اللہ نے مجھے ایسا بنا دیا۔ یہاں شیطان کی شکست ہو گئی۔ اللہ نے جب اپنے ہی فیصلے کے مطابق مجھے بنایا تو کہا لے اب تو بستر اٹھا، میں مار۔ اور در در کی خاک چھان اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر چل۔ اور میری دونوں کی دونوں دعائیں قبول ہو گئیں۔ کہ میں اس دنیا کا اس وقت سب سے بڑا فنکار ہوں کیونکہ کوئی فنکار میری طرح ممبر پہ بیٹھ کر وعظ نہیں کر سکتا۔ کسی فنکار کو اللہ نے یہ توفیق نہیں دی کہ یہاں بیٹھ کر اپنے مومن بھائیوں سے، اپنے علماء کے سامنے بیٹھ کر یہ جرأت کر سکے۔ یہ بھی بنا دیا اور اللہ نے اپنی

اب مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے دل پر کسی نے ہاتھ رکھا ہوا ہے

پسند کا انسان بھی بنا دیا۔ دوستو! آپ یقین کریں کہ میں جس طرح کے کپڑے پہنتا تھا ویسی میری گاڑی ہوا کرتی تھی۔ یہ ایک سال پہلے کی بات ہے۔ کوئی مدتوں کی بات میں آپ سے عرض نہیں کر رہا۔ ویسے ہی کپڑے ویسی ہی خوشبوئیں ویسی ہی گاڑیاں۔ بائیس بائیس ہزار روپے کے بوٹ پہنا کرتا تھا لیکن یقین کریں اللہ جانتا ہے مجھے بائیس

اے اللہ! تو مجھے اپنی پسند کا انسان بنا دے

سال نیند نہیں آئی میں نیند کو ترسا کرتا تھا۔ لیکن ایک سال سے آپ یقین کریں میں اٹھتا ہوں اور پھر سو سکتا ہوں۔ آج میرے سکون کا یہ عالم ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ میرے دل پہ کسی نے ہاتھ رکھا ہوا ہے اور پہلے میرا یہی دل اس قدر کڑھتا تھا بے چین ہوتا تھا۔ لاکھوں کماتا لیکن کروڑوں کی بے سکونی میرے دل میں گھر کئے ہوئے تھی۔ یہ راستہ بہت بڑا راستہ ہے۔ جیسے ہمارے سید بھائی ابھی فرما رہے تھے کہ دنیا نے اپنی اپنی خواہشات کے محل تعمیر کر لئے، شخصیت پرستی یہاں تک پہنچ گئی کہ اللہ کے دین میں بھی نکتہ چینی شروع کر دی اور اپنی شخصیت کے بت بنا کے انہیں پوجنا شروع کر دیا اور یہ بھول گیا کہ اللہ کے پاس بھی ایک دن ہم نے جانا ہے، قبر میں بھی جانا ہے، اس کے لئے میں نے کیا سوچ رکھا ہے۔ آج ہم ذات کی نفی نہیں کر سکتے تو اور کسی برائی کو ہم کیسے مٹائیں گے۔ اس دل میں اتنی برائیاں پیدا کر دیں ہم نے جس دل میں اللہ رہتے ہیں۔ اب تو سائنس بھی کہہ رہی ہے کہ جسم دماغ کے تابع ہے یعنی ہم کچھ کھاتے ہیں تو دماغ بتاتا ہے یہ ٹھنڈا ہے گرم ہے کڑوا ہے میٹھا ہے کوئی چیز ہاتھ میں تھامتے ہیں تو دماغ فیصلہ کر کے بتاتا ہے یہ کھردرا ہے سخت ہے۔ سائنس پریشان ہے کہ یہ جو الٹا برتن لٹک رہا ہے یہ اکیلا خود سری کر رہا ہے۔ یہ کسی کے تابع نہیں ہے۔ اگر آپ دل کا نقشہ بنائیں تو آپ کو بالکل نظر آئے گا یہ اللہ لکھا ہوا ہے۔ اور سٹیتھسکوپ لگا کر اگر آپ سنیں تو اس میں سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ جس کو ڈاکٹر اپنی ٹرمینالوجی میں کہتے ہیں لگ دگ۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ سٹیتھسکوپ اپنے کانوں سے لگا کر کسی کے دل کی دھڑکن سنیں جو غیر اللہ ہیں وہ کہتے ہیں لگ دگ، لگ دگ کی آواز آ رہی ہے آپ غور سے سنیں وہ لگ دگ نہیں ہے وہ لبیک، لبیک، لبیک ہے۔ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جو اللہ ہے وہ دل میں رہتا ہے اور وہ شہ رگ سے قریب ہے۔ شہ رگ دل کے قریب ایک ٹیوب ہے جو سارے جسم کو خون مہیا کرتی ہے اس کے قریب دل ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور آج ہم اس دل کے اندر کتنی گندی خواہشات لے کے پھر رہے ہیں، اس دل میں جہاں اللہ رہتا ہے۔ ہم اپنی ذات کو بلند کرنے کیلئے دین

جس طرح کپڑے پہنتا ویسی ہی میری گاڑی ہوتی

کو گرا رہے ہیں اور اللہ جہنم کے گڑھوں میں گرائے گا۔ یہ بات ہمارے دماغوں سے شیطان نے نکال دی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا یہ بتایئے کہ چیونٹی کے پاؤں ہوتے ہیں۔ لوگ بڑے شرارتی تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ہوتے ہیں۔ کہ جی نظر تو کبھی نہیں آئے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم کبھی اتنے جھکے کہ تمہیں نظر آئیں۔ ارے اس کے پاؤں دیکھنے کیلئے اتنا جھکنا بھی پڑے گا۔ جیسے سید بادشاہ ابھی فرما رہے تھے کہ آج ہمیں اس دین میں کتنے نقص نظر آ رہے ہیں اور یہ تو اس اونٹ کی بات ہے۔ کہ آپ حضرت محمد صلی

مجھے بائیس سال نیند نہیں آئی میں نیند کو ترسا کرتا تھا

اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما تھے تو ایک اونٹ آیا اور آ گے گردن آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاؤں میں ڈال دی اور کچھ بولا۔ اتنے میں اس کا مالک آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا ہو گیا تم آ گئے یہ اونٹ تمہاری شکایت کر رہا تھا کہ جب میں جوان تھا تو یہ مجھ سے بڑے بڑے کام لیتے تھے میں پانی بھی ان کا بھرتا تھا۔ مجھ پر کھجوریں بھی لادی جاتی تھیں میں ان کی سواری کے بھی کام آتا تھا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو میرے خلاف سازش ہو رہی ہے کہ اس کی گردن پہ چھری چلا دی جائے اس کے سری پائے کھاتے ہیں اس کا گوشت کھائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے دے دو۔ مالک کہنے لگا۔ ہاں ہم بھی یہی سوچ رہے تھے کہ اسے کھا لیا جائے۔ کہ یہ ہمارے کسی کام کا نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب اونٹ مانگا۔ تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! میرے ماں باپ بھی آپ پر قربان۔ یہ اونٹ کیا چیز ہے۔ اونٹ دے دیا گیا۔ جب وہ مالک چلا گیا تو اونٹ نے منہ اٹھا کر ایک آواز نکالی اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آمین فرمایا۔ دوسری آواز نکالی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آمین کہا۔ تیسری آواز نکالی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آمین کہا چوتھی پھر نکالی تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! یہ ماجرا ہماری سمجھ میں نہیں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ مجھے دعائیں دے رہا تھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! جس طرح تو نے میرے دل کا خوف ختم کیا اللہ تیرے دل کا بھی خوف ختم کر دے! میں نے آمین کہا۔ دوسری مرتبہ کہا اے اللہ کے نبی ﷺ! تیری امت کو کبھی قحط سے موت نہ آئے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری مرتبہ کہا اے اللہ کے نبی ﷺ تیری اُمت کو کبھی کافر ختم نہ کریں۔ تو میں نے آمین کہا۔ چوتھی مرتبہ اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! تیری امت جڑی رہے تو میں رو پڑا۔ اس لئے کہ میرے اللہ نے مجھے پہلے بتا رکھا ہے کہ میری امت میں فتنہ ہوگا یہ اطلاع ہمیں آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے مل چکی لیکن اس کیلئے ہم نے کوئی تدبیر نہیں کی یہ قرآن بھی ہمیں آگاہ کر رہا ہے۔ قدم قدم پر ہمیں سمجھا رہا ہے جس طرح ہمارے سید بادشاہ فرما رہے تھے کہ ہم نے کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھا کہ ہم میں کیا کیا نقص ہیں آج ہمارے گھر سے دین کو دھکے دیئے جا رہے ہیں، حرام ہمارے کاروبار میں گھسا ہوا ہے وہ دین جسے پھیلانے کیلئے وجہ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ فرمایا کہ اگر کائنات کے سارے دکھ اکٹھے کر دیئے جائیں تو میرے دکھ ان پر بھاری ہیں جو میں نے دین پھیلانے کے لئے اٹھائے۔ آپ ﷺ کے جان سے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان کاٹ دیئے گئے۔ ناک کاٹ دیا گیا ہونٹ کاٹ دیئے گئے پیٹ چاک کر کے انتڑیاں کترا کترا کر دی گئیں اور کلیجہ چبایا گیا پھر بھی دعوت دی جا رہی تھی اے وحشی! لاالہ الا

اللہ محمد رسول اللہ" پڑھ لے دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے گا آج ہماری طرف کوئی انگلی اٹھا دے تو ہم کہتے ہیں اس کی انگلی کاٹ دیں اور قربانیوں کا عالم دیکھیں کہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے جا رہے ہیں آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاقیں دی جا رہی ہیں۔ بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیٹ میں نیزہ مارا گیا آپ کا بچہ پیٹ میں مر گیا آپ اسی زخم سے شہید ہو گئیں اور پھر بھی لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دعوت دی جا رہی ہے۔ یہودی کا جنازہ دیکھ کے رو رہے ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پوچھ رہے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ایک کافر کے جنازے پر رو رہے ہیں تو فرمایا "میں یہودی کے جنازے پر نہیں رو رہا۔ "آج میرا ایک امتی بغیر کلمے کے دوزخ میں چلا گیا۔" آج ہمیں اپنی نمازوں پر تو بڑا فخر ہے۔ آج ہم قرآن مجید پڑھ کے بڑے مطمئن ہیں۔ میں تسبیح کر کے بڑا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں جنت کا مالک بن گیا ارے وہ واقعہ کیوں بھول گیا جب اللہ نے کہا اس بستی کو تباہ کر دو جہاں گناہوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی تھی تو فرشتوں نے عرض کیا یااللہ وہاں تیرا ایک ایسا چاہنے والا بھی ہے جو ہر وقت سجدے میں پڑا ہوا تیرا ذکر کرتا رہتا ہے تجھ سے ڈرتا رہتا ہے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ ساری کی ساری یہ بستی اس کے سر پہ الٹ دو۔ کیونکہ یہ خود غرض نمازیں پڑھنے والا ہے۔ اسے اپنی جنت کی فکر ہے مگر لوگوں کو جہنم کی طرف گامزن دیکھ رہا ہے روکتا نہیں۔ اللہ کو صرف انفرادی اعمال پسند نہیں ہیں۔ ورنہ یہ کلمہ لے کر اللہ کے پیارے رسول ﷺ دروازے دروازے پر کیوں گئے ایک ایک دروازے پر ۷۰ مرتبہ گئے اور بعض مرتبہ تو ایک دن میں کئی کئی مرتبہ ایک ہی دروازے پر گئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے یارسول ﷺ آپ ابھی تو وہاں گئے تھے اب پھر وہاں جا رہے ہیں تو آپ ﷺ فرمایا کرتے مجھے کیا معلوم کہ اللہ نے کون سا وقت اس کی ہدایت کے لئے چن رکھا ہے۔ اسی طرح ایک عورت چار مردوں کو جہنم میں لے جائے گی وہ جنت میں جا رہے ہوں گے وہ کہے گی یا اللہ! یہ میرا باپ، یہ میرا بھائی، یہ میرا خاوند، یہ میرا بیٹا اذان ہوتے ہی مسجد کو لپکتے تھے مگر مجھے کبھی نہیں کہا تھا۔ اللہ فرمائے گا جہنم میں ڈال دو ایک غیر نمازی کی نحوست ۸۰ گاؤں تک جاتی ہے اور نحوست کا کیا مطلب ہے جس پر اللہ کی رحمتیں اترنا بند ہو جائیں۔ یہ ہم نہیں سوچیں گے تو بھائی کون سوچے گا اس دین کو پھیلانے کے لئے اللہ کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں آج اس دین کو سینے سے لگانے کیلئے کوئی تیار نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرما دیا اللہ کا دین ہر کچے پکے مکان میں گھس کے رہے گا جیسے ہمارے سید بادشاہ فرما رہے تھے کہ اگر ہم خدا رسول کی بات پر یقین نہیں کریں گے تو مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

میں بائیس ہزار کے جوتے پہنا کرتا تھا

اللہ نے ہمیں سنہری موقع فراہم کر رکھا ہے کہ اگر ہم آج اسے پھیلانے میں تھوڑا تھوڑا حصہ ڈال لیں گے تو قیامت والے دن اللہ ہمیں پیغمبروں کے سائے میں کھڑا کر دیں گے اور جو انعامات پیغمبروں کو ملیں گے ہمیں ان کے صدقہ میں حصہ ملے گا۔ اللہ کے خزانے میں کوئی کمی تو نہیں آ جائے گی دوستو! آج تک ہم نے اللہ کی دی ہوئی زندگی اپنی مرضی سے گزار دی آج یہ تہیہ کر لیں کہ باقی کی جو زندگی ہے جس کا ہمیں علم ہی نہیں اللہ کی مرضی سے

گزاریں گے۔ پچھلی زندگی تو یقین سے گزار دی نا! آج کسی کے اگر چالیس پنتالیس یا پچاس سال گزر گئے وہ تو یقین سے گزر گئے آنے والے تو ایک لمحے کا بھی یقین نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ " یہ جو پانی میں نے منہ میں ڈالا ہے مجھے اس کا بھی یقین نہیں کہ میں اسے نگل بھی سکوں گا یا نہیں" آج میں کیا سوچ کے بیٹھا ہوا ہوں کہ اچھا ابھی بڑا وقت پڑا ہے یہ اتنا سنہری موقع ہے کہ دین میں تھوڑا تھوڑا حصہ ڈال لوں! اس چڑیا کو دیکھو جو نمرود کی آگ بجھانے کیلئے چونچ میں پانی لے کر جا رہی تھی تو پوچھا تیری اس چونچ بھر پانی سے نمرود کی آگ بجھ جائے گی؟ تو کہنے لگی مجھے اس سے غرض نہیں کہ اس سے آگ بجھے گی یا نہیں میں چاہتی ہوں کہ قیامت والے دن اللہ پاک مجھے نمرود کی آگ بجھانے والوں میں شمار کر لے۔ ہدایت دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لئے مجھے بھی ہدایت مل گئی۔ ہدایت تو بھئی! اللہ نے دینی ہے لیکن اس کیلئے ہمیں گھروں سے نکلنا پڑے گا۔ اپنے نرم گرم بستر چھوڑنے پڑیں گے پھر ہدایت ملے گی پیٹ پر پتھر باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تبلیغ کی ہے۔ ہمیں تو بڑے آرام ہیں۔ ٹرینوں، جہازوں میں جا رہے ہیں۔ اچھا کھا رہے ہیں اچھا پی رہے ہیں گرم نرم مسجدوں میں رہ رہے ہیں۔ اگر ہم تبلیغ نہیں کریں گے تو دو نمبر مسلمان ہیں آج دو نمبر کا نعرہ تو لگ رہا ہے چیزوں پر کہ یہ دو نمبر ڈاکٹر ہے پکڑ لو۔ یہ دو نمبر پولیس والا ہے پکڑ لو اور جب ہم دو نمبر مسلمان ہو کر اللہ کے ہاں جائیں گے تو اللہ ہمیں نہیں پکڑے گا؟ اور اللہ کی پکڑ تو بہت سخت ہے۔ اللہ ہمیں اس پکڑ سے بچا لے اور اللہ پاک ہمیں اپنے دین کے راستے کے لئے چن لے۔ اس کے لئے آپ سب لوگ تیار ہیں ان شاء اللہ! اور یہی زندگی ہے دوستو! اگر ہم اپنے گھروں کے آرام دیکھیں گے تو قبروں کی بے آرامی بھی ہمارے ذہنوں میں ہونی چاہیئے۔ فرمایا کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر نہ سمجھو یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ تو اللہ پاک آخرت کے آرام کے جذبے کو ہمارے دل میں بسا دے اور آخرت کیلئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ باتیں تو بھائی میں بہت کر سکتا ہوں میں پہلے باتوں کا ہی کھایا کرتا تھا۔ لیکن مقصد باتیں کرنا نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان اعمال کی طرف لوٹ آئیں جن اعمال کو ترک کر کے آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو چھتر پڑ رہے ہیں مسلمانوں کا کوئی عمل اچھا ہو گا تو دنیا پر اس کے اچھے اثرات ہوں گے برے عمل کرے گا تو برے اثرات ہوں گے یہ تو ہمیں یقین ہے کہ امریکہ میں کشتیاں چل رہی ہیں تو یہاں ہم سٹلائٹ کے ذریعے دیکھ رہے ہیں اور اللہ کے سٹلائٹ پر ہمیں یقین ہی نہیں ہے اللہ پاک ہمیں یقین کی توفیق عطا فرمائے اور دعا کیجئے کہ اللہ پاک ہمیں ایک نمبر مسلمان بنا دے۔ جب اللہ کے ہاں پیش ہوں تو ہم مسکراتے ہوئے اللہ کی عدالت میں پیش ہوں۔ (آمین ثم آمین)

مولانا محمد مغیرہ،
خطیب مسجد احرار، ربوہ

حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

قرآن و حدیث کی روشنی میں

بنی اسرائیل کا ایک فرد جس کا نام عمران اور اس کی بیوی کا نام حنہ تھا۔ میاں بیوی دونوں پارسا اور متقی تھے اور ان کی پارسائی بنی اسرائیل میں مشہور تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کہ اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ کون ہے جس کو اولاد کی تمنا نہ ہو۔ عمران بھی اولاد کے متمنی تھے مگر اس کی بیوی مائی حنہ تو بہت ہی تمنا کرتی رہتی اور اپنے پروردگار کے حضور عاجزی اور انکساری سے اکثر و بیشتر دعائیں مانگتی اور مقبولیت کی منتظر رہتی تھی۔

عجب اتفاق کہ ایک دن اپنے گھر کے صحن میں مائی صاحبہ چہل قدمی کر رہی تھیں کہ ایک پرندہ اپنے ایک معصوم بچے کو ساتھ لئے اڑتا ہوا (غالباً) ان کے مکان کے صحن میں آبیٹھا۔ بچے کو اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر مائی صاحبہ کے دل پر چوٹ سی لگی اور اولاد کی محبت سے سرشار مائی صاحبہ نے اضطراب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے کہ اے پروردگار عالم اس پرندے کی طرح مجھے بھی اولاد کی نعمت عطا فرما۔ ایسی اولاد جو ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہو۔ دل سے نکلی ہوئی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نوازا اور مائی حنہ صاحبہ نے چند دن بعد اپنے آپ کو حاملہ محسوس کیا۔ حنہ اس پر بے حد خوش ہوئی اور اسی خوشی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے منت (نذر) مان لی کہ جو بچہ پیدا ہوا اس کو مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ ایام حمل خوشی خوشی گزرتے رہے بالآخر امید بر آنے کی گھڑی کا انتظار کرنے لگی۔ جب وقت ولادت آن پہنچا تو معلوم ہوا کہ پیدا ہونے والا بچہ لڑکی ہے لڑکا نہیں۔

جہاں تک اولاد ہونے کا تعلق ہے تو مائی حنہ بہت خوش اور مسرور تھی اور خوشی خوشی نومولود بچی کا نام مریم رکھا۔ سریانی زبان میں جس کا معنی خادمہ ہے۔ تاہم نذر مان چکی تھی کہ نومولود بچہ مسجد اقصیٰ کی خدمت کرے گا اس منت کے پیش نظر پریشان تھی کہ اب کیا ہوگا، لڑکی کیسے مسجد اقصیٰ کی خدمت کر سکے گی؟ مگر اس پریشانی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے دور کر دیا کہ:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ

"کہ مریم کو اس کے رب نے اچھی طرح قبول کر لیا ہے"

جس سے مائی صاحبہ کی پیدا شدہ پریشانی دور ہوئی۔ مریم نامی لڑکی حسبِ قانون ایزدی جوان ہوئی تو خدمت مسجد اقصیٰ کا مسئلہ سامنے آیا۔ والد چونکہ پہلے ہی انتقال کر چکے تھے لازم تھا کہ اس لڑکی کا کوئی کفیل ہو جس کی سرپرستی میں لڑکی خدمت بیت المقدس کا فریضہ انجام دے سکے۔ سرپرستی اور کفالت کا فریضہ حضرت زکریا علیہ السلام کو سونپا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیت المقدس سے ملحقہ ایک کمرہ سیدہ مریم کے لئے مختص کر دیا جس میں دن بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی، وقت ملنے پر بیت المقدس کی خدمت کرتی اور شام کو حضرت زکریا علیہ السلام ان کو اپنے گھر لاتے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اہلیہ "ایشاع" حضرت مریم کی خالہ تھی، رات اپنی خالہ کے ہاں بسر کرتی۔

حضرت مریم شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتیں اور جب بیت المقدس کی خدمت کا موقع ملتا تو اس خدمت کو انجام دیتیں ان کا زہد و تقویٰ بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گیا۔ لوگ ان کی عبادت کی مثالیں دیتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ اسلام ان کی نگہبانی کے باعث کبھی کبھی ان کے کمرہ میں تشریف لاتے تو بے موسم پھل ان کے پاس دیکھتے کب تک چپ رہتے بالآخر ایک دن پوچھ لیا کہ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ جس پر حضرت مریم نے جواب دیا۔

هُوَ مِنْ عِنْدِاللهِ اِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَن يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَاب

حضرت مریم اپنی زندگی کے ایام اسی طرح اللہ کی عبادت اور مسجد اقصیٰ کی خدمت (جو عبادت ہی ہے) میں گزارتی رہیں جس کو اللہ نے پسند کیا اور ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ اللهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْن

(اے مریم) تحقیق اللہ نے تجھے بزرگی دی اور پاک کیا اور دنیا کی تمام عورتوں سے برگزیدہ کیا۔

حضرت مریم اپنے خلوت کدہ میں وقت گزارتی اور اپنی حاجات ضروریہ کے علاوہ کبھی باہر نہیں نکلتی تھیں۔ ایک دفعہ اپنی کسی ضرورت کیلئے مسجد اقصیٰ کی شرقی جانب لوگوں کی نظروں سے دور ایک جگہ بیٹھی تھیں کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں ظاہر ہوئے۔ ایک اجنبی شخص کو دیکھ کر حضرت مریم گھبرائیں اور کہنے لگیں کہ اگر تجھ کو خدا کا کچھ بھی خوف ہے تو میں تجھ کو خدائے رحمٰن کا واسطہ دیکر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں۔ اُس نے کہا میں انسان نہیں بلکہ اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔ جس پر حضرت مریم نے کہا

اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلَامٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا

جواباً حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا

كَذٰلِكِ اللهُ يَخْلُقُ مَايَشَاءُ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْن۔

حضرت جبریل نے یہ بشارت سنا کر ان کے گریبان میں پھونک دیا۔ جس سے حضرت مریم نے کچھ دنوں بعد اپنے آپ کو حاملہ محسوس کیا تو بتقاضاء بشریت ان پر ایک قسم کی اضطراب کی کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت نے اس وقت شدید صورت اختیار کر لی جب انہوں نے دیکھا کہ مدتِ حمل ختم ہونے والی ہے اور بچہ کی ولادت کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے سوچا اگر بچے کی ولادت قوم میں رہتے ہوئے عمل میں

آتی ہے تو نہ معلوم قوم کیا کرے اور کیا کہے۔ مناسب یہ ہے کہ لوگوں سے دور بچے کی ولادت ہو۔ یہی سوچ کر مسجد اقصیٰ سے تقریباً نو میل دور کوہ سراۃ کے ایک ٹیلہ پر چلی گئیں یہاں پہنچ کر چند دن بعد درد زہ شروع ہوا، تکلیف و اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اور پیش آنے والے نازک حالات کا اندازہ کر کے انتہائی قلق اور پریشانی کی حالت میں کہنے لگیں

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا

کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میری ہستی کو لوگ یک قلم فراموش کر چکے ہوتے۔ اسی پریشانی کی حالت میں تھیں کہ نخلستان کے نشیب سے فرشتہ نے آواز دی

وَلَاتَخَافِيْ وَلَاتَحْزَنِيْ قَدْجَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا

خوف نہ کر اور غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کر دی ہے۔

وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔

اور کھجور کا تنا پکڑ کر اپنی طرف ہلا تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے گوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا۔

کھا پی اور (اپنے بچے کے نظارہ سے) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔

حضرت مریم پر تنہائی، تکلیف اور نزاکت حال سے جو خوف طاری تھا فرشتہ کی تسلی بخش پکار اور عیسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ بچے کی پیدائش اور اس کے دیکھنے سے کافور ہو گیا اور اپنے بچے عیسیٰ کو دیکھ کر خوش ہونے لگیں تاہم یہ خیال ہر وقت کانٹے کی طرح کھٹکتا کہ اگرچہ میرا خاندان میری پاکدامنی سے ناآشنا نہیں پھر بھی بن باپ کے بچہ کی پیدائش ان کے لئے حیرانگی کا سبب ہے میں اس کا کیا جواب دوں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی اس نیک بندی کو کیوں کر پریشان اور بے سہارا چھوڑتے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعہ پیغام پہنچایا کہ جب تو اپنی قوم میں پہنچے اور تجھ سے اس معاملہ میں بات کرنے لگے تو خود جواب نہ دینا بلکہ اشارہ سے بتانا کہ میں روزہ دار ہوں اس لئے بات نہیں کر سکتی (کہ بنی اسرائیل میں روزہ کے ساتھ خاموشی ضروری تھی) جو کچھ پوچھنا ہے اس بچے سے پوچھ لو۔ یہ پیغام سن کر حضرت مریم اطمینان کے ساتھ اپنے بچے کو گود میں لئے بیت المقدس کی طرف چل دیں۔ جب شہر میں پہنچیں اور مریم علیہا السلام کو بچہ سمیت دیکھا تو وہی کچھ ہوا جس کا حضرت مریم کو خدشہ تھا۔ لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو چہار جہت گھیرے میں لے لیا اور کہنے لگے۔

يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَاكَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا

اے مریم تو نے تو عجیب بات (بن شوہر بچہ) کر دکھائی۔ بڑی تہمت کا کام کر گزری ہے اے ہارون کی بہن۔ نہ تیرا باپ برا تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔ (اور تو کیا کر بیٹھی) جس پر مریم علیہا السلام نے حسب ارشاد خداوندی بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس بچے سے پوچھ لو یہ اس کا جواب دیگا۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا

بھلا اس سے کیا بات کریں جو ابھی گود میں (شیر خوار) بچہ ہے۔ بچہ کو اللہ نے طاقت دی جس پر عیسیٰ علیہ السلام اپنی

شیر خوارگی کی حالت میں بول اٹھے۔

انی عبداللہ اتانی الکتبَ وجعلنی نبیاہ وجعلنی مبرکاً اینَ ماکنت و اوصانِی بِالصّلٰوۃِ والزکوٰۃِ مادُمت حیاً وبَرَّۃ بِوَالِدتِی وَلم یَجعَلنِی جَبّارًا اشقیاً۔ وَالسّلامُ عَلَیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاً

میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور اسی نے مجھے نبی بنایا اور اس نے مجھے بابرکت کیا خواہ میں کسی جگہ پر ہوں اس نے مجھے نماز اور زکواۃ کا حکم دیا جب تک زندہ رہوں اور اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا اور مجھے نافرمان نہیں بنایا۔ مجھ پر اس کی سلامتی کا پیغام ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤنگا۔ قوم نے اس شیر خوار بچے کی جب یہ بات سنی تو حیرت میں رہ گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ مریم کا دامن واقعی برائی سے پاک ہے اور بچہ کی پیدائش یقیناً اللہ کی جانب سے ایک نشانی ہے۔

یہ خبر ایسی نہیں تھی جو پوشیدہ رہتی جگہ جگہ پھیلتی چلی گئی اور معجزانہ ولادت کے چرچے ہونے لگے۔ تاہم اس معجزانہ ولادت کو بعض نیک فال اور بعض فال بد سمجھتے رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے حالات و واقعات میں سے صرف ایک واقعہ جس کو ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں قرآن نے مختلف جگہوں پر بطور موعظت کے ذکر کیا ہے۔ (البتہ اسرائیلی روایات میں بہت کچھ موجود ہے)

مختصر یہ کہ اللہ نے اس مقدس بچے کی اپنی نگرانی میں تربیت اور حفاظت فرمائی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس کی عمر میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز فرمایا۔ بنی اسرائیل اس وقت ہر قسم کی برائیوں میں مبتلاء تھی انفرادی و اجتماعی عیوب و نقائص کا کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جو اس وقت بنی اسرائیل میں نہ ہو۔ اور اعتقاد و اعمال دونوں قسم کی گمراہیوں کا مور بن چکے تھے حتیٰ کہ اپنی قوم کے ہادی اور پیغمبروں کو قتل کر دیتے تھے۔ منصب رسالت پر فائز ہوتے ہی آپ نے اس قدر انہماک سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا کہ ہمہ تن ہی کام کے ہو کر رہ گئے جس کے باعث نہ آپ نے شادی کی اور نہ ہی رہنے کیلئے کوئی مکان (گھر) بنایا۔ شہر شہر گاؤں گاؤں اللہ تعالیٰ کا حکم سناتے اور دین حق کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے۔ جہاں بھی رات آ جاتی وہیں بغیر سامان راحت و آسائش رات بسر کرتے اور صبح کو پھر اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے چل نکلتے اس قدر محنت کے بعد چند نفوس آپ پر ایمان لائے۔ لیکن وہ بھی غریب اور نادار قسم کے لوگ۔ آپ کو تقریباً چالیس سال تک تبلیغ دین کا موقع ملا۔

یہودی اپنی سابقہ روش کے مطابق مسلسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں روز بہ روز ترقی کرتے چلے گئے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے اور اس کی تدبیریں سوچتے کہ کسی طرح ان کو ختم کیا جائے جو ہمارے لئے وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ بالآخر اپنے وقت کے حاکم کے پاس گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کی مختلف قسم کی شکایتیں کرنے لگے کی عیسیٰ صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ حکومت کیلئے بھی خطرہ بنتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اُن کے پاس کچھ عجیب قسم کے شعبدے ہیں جن سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ اور ان کی خواہش

ہے کہ وہ خود بنی اسرائیل پر حکومت کریں انہوں نے صرف دنیوی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ دینی اعتبار سے بھی ناقابل برداشت نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے ہمارے دین کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور وہ دن رات اسی کام میں مصروف ہیں۔ اگر اس فتنہ کا انسداد نہ کیا گیا تو نہ معلوم حالات کیا رخ اختیار کریں۔ اس لئے ان کو ابتدائی منازل میں کچل دیا جائے۔

کافی گفت و شنید کے بعد بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا حکم دیا کہ مجرم کی حیثیت سے ان کو دربار میں لایا جائے۔

بنی اسرائیل اس پر بڑے خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک بادیں دیتے ہوئے اس سے اگلے مرحلے یعنی گرفتاری کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے کہ کس موقع پر کس طریقہ سے گرفتار کیا جائے۔

دوسری طرف عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ اب بنی اسرائیل کی مخالفانہ سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں اور انتہاء میرے قتل پر بھی ہو سکتی ہے تو اپنے قریبی ساتھیوں کو (جن کو قرآن نے حواری کے لفظ سے بیان کیا ہے) ایک مکان میں جمع کیا اور ان کے سامنے صورت حال کا نقشہ پیش فرما کر ارشاد فرمایا کہ امتحان کی گھڑی اب سر پر ہے اور کڑی آزمائش کا وقت ہے حق کو مٹانے کی سازشیں شباب پر ہیں۔ میں تمہارے درمیان زیادہ دیر نہیں رہوں گا اس لئے میرے بعد دین حق پر استقامت اور اس کی نشرواشاعت کا معاملہ صرف تمہارے ساتھ وابستہ ہے اس لئے بتاؤ کہ اللہ کی راہ میں کون مددگار ہے۔ حواریوں نے یہ کلام سن کر کہا ہم سب خدا کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور اپنی صداقت ایمان پر آپ کو گواہ بناتے ہیں اور دعاء کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ استقامت عطاء فرمائے۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے فریضۂ تبلیغ انجام دینے کے ساتھ اس بات کے منتظر رہے کہ مخالفین اب کیا معاملہ کرتے ہیں جس پر اللہ نے اپنی نبی و رسول کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ومکروا ومکرالله والله خيرالماكرين۔ اذ قال الله يعيسىٰ انى متوفيك ورافعك الى

یہودیوں نے بھی خفیہ تدبیر کی (عیسیٰ کے خلاف) اور اللہ نے بھی (یہود کے خلاف) تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے (وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھانے والا ہوں۔

مختصر یہ کہ وہ وقت آن پہنچا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں اور کاہنوں کا گروہ جو تقریباً چار ہزار افراد پر مشتمل تھا (اور شیطان نے اس گروہ کے بڑوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتا دیا کہ اس وقت فلاں مکان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بند مکان میں محاصرہ کر لیا (جس میں آپ کے ساتھ بارہ حواری بھی موجود تھے) اپنی تدبیر پر سختی سے عمل کر رہے تھے اور اپنے تئیں یقین محکم لئے اندر داخل ہونے کیلئے پر تول رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح و سلامت جسم عنصری کے ساتھ اپنے پاس آسمان پر اٹھا لیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رفع الی السماء کا بذریعہ وحی علم ہوا تو آپ نے اپنے حواریین کو بلایا اور ان کی

دعوت کی خود ان کے ہاتھ اپنے دست مبارک سے دھلائے اور بجائے رومال کے اپنے جسم کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ صاف کئے (غالباً دعوت سے فارغ ہو کر) جس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے اس کے چشمہ سے غسل کیا اور باہر نکلے تو آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے جب اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کریگا بعد ازاں فرمایا کون شخص تم میں سے اس بات پر راضی ہے کہ اس پر میری شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ پر قتل کیا جائے اور میرے ساتھ جنت میں ہو یہ سنتے ہی ایک نوجوان آپ کے حوارییّن میں سے کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو جانثاری کیلئے پیش کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا بیٹھ جا اور پھر اپنا سابقہ کلام دھرایا پھر بھی وہی نوجوان کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں حاضر ہوں جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا عمامہ مبارک اور اپنا کرتہ اس کو عطاء کیا اور اس نوجوان پر اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ نے بھیجا جو مکان کے روشن دان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لیکر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ شخص جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ کمرہ سے باہر نکلا (تفسیر قرطبی عن ضحاک)

دوسری روایت کے مطابق وہ گروہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں داخل ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے جا چکے تھے اور ان لوگوں نے اس آدمی کو (جس پر شباہت ڈالی گئی تھی) گرفتار کر کے قتل کرنے کے بعد سولی پر چڑھا دیا (تفسیر ابن کثیر عن ابن عباس)

جس سے یہود کی تیار کردہ سازش بری طرح ناکام ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا نبی و رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام صحیح سلامت اللہ کے کئے ہوئے وعدے کے مطابق یہودیوں سے بچ کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ اسی بات کو سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے ان لفظوں سے ذکر کیا ہے۔

وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم

انہوں نے نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا۔

بات کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وماقتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً۔

یہود نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس بات کی وضاحت کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نہ قتل کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے۔ اور اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ جس سے اللہ کا کیا ہوا وعدہ پورا ہوا اور یہودیوں کے حصہ میں سوائے ناکامی کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔

وضاحت:

ہمارے نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل کتاب میں سے دو طبقے موجود تھے۔ جواب بھی موجود ہیں۔ یہودی اور عیسائی۔ یہود کا دعویٰ قتل مسیح کا تھا جبکہ عیسائیوں کا دعویٰ یہ تھا

کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کے بعد سولی پر چڑھایا گیا پھر صلیب پر موت کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے۔ مگر قرآن نے ان دونوں طبقوں کے دعووں کو سراسر غلط قرار دیا اور یہ کہا کہ نہ وہ مقتول ہوئے جیسے یہود کا دعویٰ ہے۔ اور نہ وہ مصلوب ہوئے جیسے عیسائیوں کا دعویٰ ہے بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھا لئے گئے۔

حضور علیہ السلام سے مختلف انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمانوں پر موجود ہونے اور پھر دنیا میں تشریف لانے کے عنوان پر بیسیوں ارشاداتِ عالی مسلمانوں کے پاس کتب احادیث میں موجود ہیں۔ چند ارشادات عالی پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت ربیع مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ عیسائی (ایک دفعہ) حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں جھگڑنے لگے کہ اگر وہ خدا کا بیٹا نہیں ہے تو پھر بتاؤ انکا باپ کون ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر طرح طرح کے جھوٹ اور بہتان لگانے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم تسلیم نہیں کرتے کہ

ان حي لايموت وان عيسىٰ ياتى عليه الفناء قالوا بلىٰ؛ درمنثور؛

تحقیق ہمارا رب زندہ ہے اس پر موت کبھی نہیں آئے گی جبکہ عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا کہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔

اس حدیث میں جو بات زیادہ قابل توجہ ہے وہ یہ ہے

یاتی علیه الفناء

جس کا معنی کہ موت آئے گی جس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے اگر زندہ نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ

اتى عليها الموت

وہ تو فوت ہو چکے ہیں جو ایک اعتبار سے اس وقت ان کا زبردست رد تھا کہ مرے ہوئے کو خدا مانتے ہو۔ مگر آپ نے فرمایا ان کو موت آئے گی۔ کسی جگہ حدیث کے ایسے الفاظ نہیں ملتے جن سے موت کا مفہوم سامنے آئے۔

۲۔ حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہود سے فرمایا

ان عيسىٰ لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة۔ (ابن كثير)

تحقیق عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں اور قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔

یہاں دیکھئے کہ یہود مخاطب ہیں آپ ﷺ کے جو عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ تصور کرتے تھے آپ نے کھلے لفظوں میں ہی ارشاد فرمایا کہ وہ مرے نہیں اور پھر فرمایا "راجع" کہ وہ دنیا میں لوٹنے والے ہیں۔ اس حدیث میں دو جملے نمبر ۱۔ لم یمت۔ نمبر ۲۔ انہ راجع۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہونے پر واضح ہیں جو کسی زیادہ تشریح کے محتاج نہیں:

۳۔ عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده

ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسرالصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لايقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً وہ زمانہ قریب ہے جبکہ عیسیٰ ابن مریم تمہارے درمیان اتریں گے۔ حاکم عادل کی حیثیت سے صلیب کو توڑیں گے اور سور کو قتل کریں گے اور جنگ ختم کر دیں گے اور ان کے دور میں مال اس طرح بہا پڑے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا اور لوگوں کی نظروں میں ایک سجدہ کی قدر و قیمت دنیا و مافیہا سے بڑھ جائے گی۔

۴۔ عن ابی ہریرة عن النبی صلی الله عيله وسلم قال الانبياء اخوة العلاة ابوهم واحد وامهاتهم شتی شتّٰی وانا اولی الناس بعیسی ابن مريم لانه لم يكن بينی وبينه نبی وانه نازل فاذارأيتموه فاعرفوه فانه رجل مربوع الى الحمرة والبياض سبط كان راسه يقطرون لم يصبه بلل بين ممصرتين فيكسرالصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزيته ويعطل الملل حتى يهلک الله فی زمانه الملل كلها غير الاسلام ويهلک الله فی زمانه المسيح الدجال الكذاب وتقع الامنته فی الارض حتى ترتع الابل مع الاسد جميعاً والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيات لايضربعضهم بعضا فيمكث ماشاء الله ان يمكث ثم يتوفیٰ فيصلی عليه المسلمون ويدفنونه۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جتنے انبیاء ہیں سب باپ شریک بھائی کی طرح ہیں کہ والد ایک اور ماں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک سب سے زیادہ میں ہوں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور تحقیق وہ ضرور اتریں گے اور جب تم ان کو دیکھو تو فوراً پہچان لینا کیونکہ ان کا قد میانہ ہوگا رنگ سرخ و سفید کنگھی کئے ہوئے سیدھے سیدھے بال یوں معلوم ہوگا کہ سر سے پانی ٹپکنے والا ہے اگرچہ اس پر کہیں تری کا نام نہیں ہوگا۔ دو گیرو رنگ کی چادریں اوڑھے ہونگے وہ اتر کر صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور سور کو قتل کریں گے۔ جزیہ ختم کر دیں گے اور تمام مذاہب کو اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں ختم کر دیں گے صرف دین اسلام ہی باقی رہے گا اور ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کریگا (جو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا) اور زمین پر امن امان کا وہ نقشہ قائم ہوگا کہ اونٹ شیروں کے ساتھ چیتے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور (چھوٹے) بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے (مگر) وہ ایک دوسرے کو ذرہ برابر تکلیف نہ دیں گے اسی حالت پر جب تک اللہ چاہے گا (عیسیٰ علیہ السلام) رہینگے (مدت کی وضاحت دوسری احادیث میں مذکور ہے) پھر ان کی وفات ہوگی مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔

ان دونوں احادیث میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لفظ استعمال ہوا ہے وہ "ینزلُ اور نازل" ہے جو

اترنے کے معنی میں ہے۔ کسی حدیث میں نہیں کہ عیسیٰ پیدا ہوگا۔

دوسری بات کہ جس کے اترنے کے بارے حکم ہے وہ عیسیٰ بن مریم ہے۔

لیکن یہ نزول دمشق کی جامع مسجد میں صبح کی نماز کے وقت اس حالت میں ہوگا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک فرشتوں پر رکھے ہوئے ہونگے آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ (حربہ) ہوگا جس سے دجّال کو قتل کریں گے۔

اترتے وقت لوگ مسجد میں نماز کیلئے صفیں درست کر رہے ہونگے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو عورتیں (جو دجّال کے قتل کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے ہونگے) بتائی گئی ہے۔ جن کی امامت کیلئے امام مہدی (جن کا نام محمد باپ کا نام عبداللہ ماں کا نام آمنہ خاندان ہاشمی جو حضرت حسنؓ بن علیؓ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہونگے اور دائیں رخسار پر تل کا نشان ہوگا) تیار کھڑے ہونگے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے باعث مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگیں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمائیں گے کہ تم خود نماز پڑھاؤ بموجب فرمان نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم۔

فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعال فصل فیقول لان بعضکم علی بعض امراء تکرمتہ اللہ علی ھذہ الامتہ (مسلم)

پس عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور مسلمانوں کا امیر (مہدی) ان سے نماز پڑھانے کیلئے کہے گا کہ آؤ نماز پڑھاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یہ نہیں ہوسکتا۔ اس امت کا اللہ کی طرف سے اعزاز و اکرام ہے کہ تم خود ہی ایک دوسرے کے امام و امیر ہو۔

۲۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذانزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منک (بیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا اس وقت جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

نماز سے فراغت کے بعد مسجد کا دروازہ کھلوائیں گے اور اس کے پیچھے دجّال اپنے ساتھیوں سمیت موجود ہوگا آپ علیہ السلام مسلمانوں کی معیت میں دجّال اور ان کے ساتھیوں سے جہاد کریں گے بالآخر دجّال بابِ لُد (جو فلسطین میں واقع ہے) پر قتل ہوجائیگا۔ اس کے بعد تمام دنیا کے افراد مسلمان ہوجائیں گے اور جو یہودی باقی ہونگے چن چن کر قتل کر دیئے جائیں گے اگر کوئی یہودی کسی درخت یا پہاڑ کی اوٹ میں چھپنے کی کوشش کریگا تو وہ درخت یا پہاڑ بتادیگا کہ یہودی چھپا ہوا ہے مختصر یہ کہ جب کافر ہی کوئی نہ رہیگا تو جہاد کس سے کیا جائے جس کے باعث جہاد موقوف کر دیا جائیگا ایسے ہی جزیہ کا حکم کہ وہ بھی کافروں سے وصول کیا جاتا ہے۔ مال و زر اتنا عام ہوجائیگا کہ صدقہ و خیرات لینے والا کوئی نہ ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تقریباً چالیس یا پنتالیس سال دنیا میں قیام فرمائیں گے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جس سے آپ کی اولاد ہوگی۔

حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق آپ حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام کی قبر اطہر پر حاضری دیکر سلام پیش کریں گے جس کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمائیں جس کو

سب سامعین حاضرین سنیں گے۔

تقریباً چالیس یا پینتالیس سال دنیا میں قیام فرمانے کے بعد حسب قانون ایزدی (کل نفس ذائقۃ الموت) آپ کا انتقال ہوگا۔ مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور آپ حضور علیہ الصلاۃ و السلام کے ساتھ دفن ہوں گے بمطابق فرمان حضور علیہ السلام۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولدلہ ویمکث خمساً واربعین سنتہ ثم یموت فیدفن معی فی قبری(مشکوۃ)

آپ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے زمین کی طرف پھر شادی کریں گے اس سے ان کی اولاد ہوگی پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر انتقال ہوگا میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن ہونگے مدفن عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ ارشاد زیادہ واضح ہے کہ حضور علیہ اسلام سے حضرت عائشہؓ نے آپ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہی جس پر آپ نے جواب فرمایا۔

انی بذالک من موضع مافیہ الاموضع قبری وقبرابی بکروعمر وعیسیٰ بن مریم (ابن عساکر)

بھلامیں کیسے اس کی اجازت دے سکتا ہوں یہاں تو صرف میری قبر اور ابوبکر و عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبر مقدر ہے۔ اس ارشاد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے اور قیامت کے روز یہ چاروں بزرگ ایک ہی جگہ سے اپنی اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے

منها خلقتكم وفيها نعيد كم ومنها نخرجكم تارةً أخرى۔

احرار ختم نبوت سنٹر کی تعمیر

جدید مرکز احرار دارالعلوم ختم نبوت اور احرار ختم نبوت سنٹر بالمقابل مرکزی مسجد عثمانیہ، معاویہ چوک، ھاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ کی تعمیر کا کام جاری ہے ضلع ساہیوال بالخصوص علاقہ چیچاوطنی کے ساتھی خصوصی توجہ فرمائیں۔

رابطہ:۔ دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ چیچاوطنی۔

دعائے صحت

جلال پور پیر والہ سے ہمارے مہربان ڈاکٹر رشید یزدانی صاحب ٹریفک کے ایک حادثہ میں زخمی ہوگئے ہیں احباب ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

شاہ بلیغ الدین

خاندانِ نبوی کے سربراہ

قریش کے سردار کا کہنا تھا کہ...... اخلاق اچھے ہوں، آدمی ظلم نہ کرے اور غرور و تکبر سے بچا رہے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ کوئی کہتا ہے اس سردار نے ایک سو دس برس کی عمر پائی، کوئی کہتا ہے ۵۷۹ء میں ۸۲ برس کی عمر میں خانۂ کعبہ کے اس رکھوالے کا انتقال ہوا۔ اس وقت ابرہہ اشرم کے واقعہ کو کوئی آٹھ برس گزر گئے تھے۔

یہ سردار یثرب میں پیدا ہوا۔ سات آٹھ برس کی عمر تک وہیں رہا پھر مکہ آیا۔ ہجرت کے بعد یثرب کی بستی مدینتہ النبی کہلانے لگی۔ اس سردار کی والدہ سلمیٰ بنو نجار کی تھیں اور آج جہاں مسجدِ نبوی ہے اس کے پاس ہی رہتی تھیں۔ ابھی یہ سردار پیدا نہیں ہوا تھا کہ فلسطین کے شہر غزہ میں اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ ہاشم نام تھا۔ عمر مشکل سے پچیس برس کی ہوگی۔ اسی زمانے میں قریش کا یہ سردار اپنے ننھیال میں پیدا ہوا۔ عجیب بات یہ تھی کہ نومولود کے سر میں ایک گچھا سفید بالوں کا تھا۔ اسی لئے عزیز رشتہ دار اسے...... شیبتہ الحمد...... پکارنے لگے۔ نام عامر تھا لیکن شہرت چچا کے نام سے ہوئی جو مطلب کہلاتے تھے۔ چونکہ چچا بھتیجا اکثر ساتھ رہتے تھے اس لئے لوگوں نے بھتیجے کو عبدالمطلب پکارنا شروع کیا یعنی...... مطلب کا غلام!

عبدالمطلب تجارت کرتے تھے۔ شام اور یمن کے علاقوں میں ان کا کاروبار تھا۔ اونٹوں کے بہت بڑے گلّے کے مالک تھے۔ طائف میں بھی ایک کنواں ان کے پاس تھا۔ خانہ کعبہ کے رکھوالوں میں ان کا بڑا اعزاز تھا اور مکے کی یاترا کے موقع پر دو بڑے کام ان کے سپرد تھے...... سقایہ یعنی پانی پلانا اور رفادہ یعنی کھانا کھلانا! یاتری بڑی تعداد میں مکے میں جمع ہوتے تو آج کی اصلاح میں عبدالمطلب کا ہوٹل کا کاروبار خوب چمک جاتا تھا۔ بڑے خوش اخلاق اور فیاض آدمی تھے۔ ان کی مہمان نوازی کی دور دور شہرت تھی۔ دسترخوان ہمیشہ وسیع رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے کنویں کھدوائے تھے۔ زمزم کو پھر سے کھدوانے کے لئے انہوں نے تین راتوں تک مسلسل خواب دیکھا تھا۔ زمزم کا کنواں بڑے عرصے پہلے عمرو بن حارث جرہمی نے بند کرا دیا تھا۔ لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں واقع تھا۔ خواب میں انہیں جگہ دکھلائی گئی۔ سچا خواب دیکھنا بزرگی کی علامت ہے۔ عبدالمطلب کا شمار موحدین میں ہوتا ہے۔ وہ دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے اور رمضان کا مہینہ غارِ حرا میں گزارتے تھے۔ جہاں بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ ابنِ حزم نے لکھا ہے کہ...... یہاں آپ ارادۂ الٰہی کی وجہ سے جاتے تھے۔

ان کی زیادہ اولاد ان کی بیوی بنو مخزوم کی فاطمہ کے بطن سے ہوئی جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم اور چچاؤں میں زبیر اور ابوطالب کے علاوہ ام حکیم البیضاء بھی تھیں جو حضرت عثمان غنیؓ کی نانی تھیں۔ ام حکیم حضرت عبداللہ کی توام بہن تھیں۔ ان کے علاوہ عاتکہ برّہ، امیمہ اور ارویٰ بھی سگی بہنیں تھیں۔ یہ تفصیل ابنِ سعد کی ہے بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابولہب بھی انہی کے بطن سے تھا لیکن مستند روایت یہ ہے کہ ابولہب کی والدہ بنی خُزاعہ کی تھی۔

چھ برس کی عمر میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو عبدالمطلب اپنے پوتے کو اپنے گھر لے آئے۔ ورنہ اللہ کے رسول اپنی والدہ محترمہ کے شعب بنو ہاشم کے دہانے پر اس مکان میں رہتے تھے جہاں آپ پیدا ہوئے۔ یہ مکان حضرت عبداللہ کا تھا۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام ایمن صالح اور شقران بھی رہتے تھے جو آپ کے والد محترم کے غلام تھے۔ یہ دونوں اصحاب بدر میں شامل ہیں۔ حضرت عبدالمطلب آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ مختلف روائتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یقین تھا کہ آمنہ کا جگر گوشہ بڑا نام پانے والا ہے۔ معجم کبیر کی روایت کے مطابق آپ کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ کو القا ہوا تھا اعلان دادا کی طرف سے ہوا۔ جب یہ بچہ آٹھ برس کا ہوا تو ایک دن اپنے دادا کی چارپائی کے پاس بیٹھا زار وقطار رو رہا تھا کیونکہ یتیم پوتے کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والے سربراہ خاندان نے وفات پائی تھی۔

حضورِ اکرم نے ۵۳ برس کی عمر میں مدینہ ہجرت فرمائی۔ ۸ برس کی عمر سے لے کر ۵۳ برس تک کل ۴۵ سال ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں خاندان کے تین سربراہ منتخب ہوئے۔ دادا کی وفات کے بعد جیسا کہ طبقات ابنِ سعد میں ہے زبیر جو عبدالمطلب کے وصی اور جانشین تھے خاندان کے سربراہ بنائے گئے۔ حربِ فجار اور حلف الفضول کے وقت وہی حضور اکرم کے سرپرست اور خاندان کے سربراہ تھے۔

ابنِ قتیبہ نے المعارف میں بھی حضرت زبیر ہی کو عبدالمطلب کا وصی اور جانشین لکھا ہے۔ الاصابہ کی دوسری جلد میں ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو سلاتے وقت بڑے پیار سے ایک لوری گاتے تھے۔

محمد بن عبداللہ لمشت العم فی عز فرع اسم (صفحہ۲)

حضرت عاتکہ کو اللہ کے رسول ماں کہتے تھے اور ان سے بڑی محبت اور عقیدت کا اظہار فرماتے تھے (الاصابہ جلد۴۔ ص۳۴۸) ان کے بیٹوں کو اللہ کے رسول نے فتح خیبر کے بعد وہاں وافر زمین عطا فرمائی تھی۔

بلوغ الادب میں ہے اور المعارف میں بھی کہ زبیر قریش کے عالی مرتبت لوگوں میں سے تھے جوانمردی اور دلیری کے علاوہ شعر گوئی میں بھی انہوں نے بڑا نام کمایا۔ بہار کے مشہور بزرگ شرف الدین یحییٰ منیری کا سلسلہ نسب انہی سے ملتا ہے۔

ایک روایت ابوطالب کے بارے میں بھی ملتی ہے کہ دادا کے بعد انہوں نے بھی نگرانی کے فرائض انجام دیے۔

انہیں کی بیوی عاتکہ نے حضرت آمنہ کی وفات کے بعد ان کے چھ سالہ صاحبزادے کو جسے نبی برحق بننا تھا، ماں کا پیار دیا۔

الاصابہ کی روایت ہے کہ حضرت عاتکہ کے صاحبزادے عبداللہ نظر آجاتے تو آپ ﷺ فرطِ محبت سے پکار اٹھتے کہ..... یہ میری پیاری ماں کا بیٹا ہے۔

بعض روایتوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۱، ۲۲ برس کی ہوئی تھی کہ حضرت زبیر کا انتقال ہوا۔ المعارف میں ہے عمر ۲۵ برس کی تھی اور سیرۃ الحلبیہ کے مطابق ۲۴ برس کی تھی کہ زبیر کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ ابوطالب خاندان کے سربراہ مقرر ہوئے۔ ابوطالب نے ہجرت سے دو ڈھائی سال پہلے شعبِ بنی ہاشم میں

انتقال کیا تو خاندان کا سربراہ ابولہب منتخب ہوا۔ جو بدر کی لڑائی میں سرطان میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ اس وقت اسلامی مملکت قائم ہو چکی تھی۔ بنوہاشم اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا سربراہ سمجھتے تھے۔

ابو طالب کی وفات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر انچاس سال آٹھ مہینے گیارہ دن تھی۔ صحیح بخاری کی روایت کہ ابوطالب نے نہ اسلام قبول کیا نہ کسی اور مستند ماخذ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تبلیغ دین کے معاملہ میں کوئی دلچسپی لی۔ سورہ کافرون کی شانِ نزول اس امر کی مزید تصدیق کرتا ہے۔ مکی زندگی میں دین کی تبلیغ صرف دو چچاؤں نے کی۔ ایک حضرت عباسؓ نے دوسرے امیر حمزہؓ نے! امیر حمزہؓ دار ارقم میں ایمان لے آئے۔ یہ نبوت کے پانچویں سال کی بات ہے۔ حضرت عباسؓ کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے، آخری بیعت عقبہ کے موقع پر صرف وہی اللہ کے نبی کے ساتھ تھے۔ ان کی بیوی ام الفضل بالکل ابتدائی ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ حضرت عباسؓ کے ایمان کا اعلان فتح مکہ سے ایک دن پہلے جحفہ کے مقام پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آخرالمہاجرین کا خطاب عطا فرمایا۔ حضرت عباسؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں ورنہ جنگ بدر کے موقع پر اللہ کے رسول صحابہ کرام کو اس امر کی تاکید نہ فرماتے کہ عباس زد میں آجائیں تو انہیں قتل نہ کرنا۔ امیر حمزہؓ تو اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے، لیکن حضرتِ عباسؓ جو سرور کونین ﷺ سے دو سال بڑے تھے آپ کے بعد کوئی بارہ سال زندہ رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فدک کی نگرانی ان کے اور حضرت علیؓ کے سپرد کی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں ۸۸ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

سربراہ خاندان چاہے کوئی بھی رہے ہوں اللہ کے رسول کی کفالت کسی نے نہیں کی۔ آپ ﷺ کے والد کے ترکے سے آپ کی آمدنی اتنی کچھ ہوتی تھی کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہے۔ اور دوسروں کی مدد فرماتے رہے۔

بقیہ از صفحہ

علامہ اقبال سٹیج چھوڑنے لگے تو فرمائشات کا ایک محشر اٹھ کھڑا ہوا کہ تبرکاً چند اشعار اور سنائیے آپ جانتے ہی ہیں کہ جنت کے باسیوں کی ہر خواہش کو پورا ہونا ہوتا ہے اس لئے علامہ اقبال نے سامعین کی ضیافت طبع کے لئے مندرجہ ذیل اشعار تحت اللفظ سنائے۔

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ
وحدتِ افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
وہ ملت روح جس کی لا سے آگے بڑھ نہیں سکتی
یقیں جانو ہوا لب ریز اس ملت کا پیمانہ

علامہ اقبال کے اس نغمۂ جبریل سے سارا محشر چیخ اٹھا اور شور قیامت سے اچانک ہماری آنکھ کھل گئی، دیکھا تو

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا
جو سنا افسانہ تھا!

حکیم محمود احمد ظفر

تجارت کے اسلامی اصول

اسلام صرف نماز اور روزہ کا دین نہیں ہے بلکہ اس نے اس دنیا کی زندگی میں بھی بھرپور حصہ لینے کی تاکید کی ہے تاکہ ایک انسان کی زندگی دوسرے تمام انسانوں کے لئے نفع بخش ہوسکے۔ اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک مسلمان عبادت کے لئے یکسوئی یا اللہ پر توکل کے نام سے طلب رزق سے بے پرواہو جائے۔ اور اسلام اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہے کہ آدمی صدقات کے بھروسہ پر بیٹھ جائے جب کہ اس کو ایسے ذرائع میسر ہوں جن کو اختیار کر کے وہ اپنی روزی کما سکتا ہو۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

لا تحل الصدقہ لغنی ولا لذی مرۃ سوی

کسی غنی شخص کے لئے صدقہ جائز نہیں اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے لئے جو توانا اور تندرست ہو۔ (ترمذی)

ایک شخص سوال کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے، اسلام کی نگاہ میں یہ بات نہایت قبیح ہے کیونکہ اس سے اسکی آبرو اور انسانی عظمت و شرافت مجروح ہوتی ہے۔ ایسے شخص کے لئے آپ نے فرمایا کہ گویا وہ اپنے ہاتھ سے انگارے چنتا ہے۔ (کمثل الذی یلفقط الجمر)

اس انجام بد سے محفوظ رکھنے کے لئے نبی اکرم نے ایک مسلمان کی عزت و عظمت اور شرافت و نجابت کا تحفظ فرمایا ہے۔ اور اس میں خود اعتمادی، استعفاف اور سوال کرنے سے ہر ممکن احتراز کی تلقین فرمائی ہے۔

لیکن اسلام انسانی مجبوریوں اور ضرورتوں کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ لہذا جب شخص ایسے حالات سے دوچار ہو کہ سوائے سوال کرنے کے اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ ہو اس کے لئے سوال کو جائز بھی رکھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سیدنا ابوالبشر قبیصہ بن المخارقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال پیش کر دیا کیونکہ میں نے ایک معاملہ میں ضمانت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ٹھہرو، صدقہ کا مال آئے گا تو ہم تمہیں دلوا دیں گے۔ پھر فرمایا قبیصہؓ! سوال کرنا سوائے تین اشخاص کے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ایک وہ شخص جو کسی کے لئے ضمانت کی ذمہ داری قبول کرے، ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ اسے مطلوبہ مال حاصل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اسے رک جانا چاہیئے۔

دوسرا وہ شخص جس کا مال کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تباہ اور ضائع ہو جائے۔ ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ اسے گذر بسر کی اشیاء حاصل نہ ہو جائیں۔ اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اس کے محلہ کے تین سمجھ دار لوگ یہ کہہ دیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ گذر بسر کی اشیاء اسے فراہم نہ ہو جائیں۔ ان تینوں اشخاص کے سوا جو شخص سوال کرتا ہے تو یہ حرام کا مال ہے جسے وہ کھاتا ہے۔ (**سحت یا کلھا صاحبہا سحتاً**) (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لئے سوائے ان صورتوں کے جن کا حدیث میں ذکر ہے، سوال کرنا جائز نہیں ہے، اسلام نے سوال کے یہ راستے اس لئے مسدود کئے ہیں تاکہ ایک مسلمان کام کر کے اپنی معاش حاصل کرے، خود بھی کھائے اور اپنے بال بچوں کو بھی کھلائے جن کی پرورش کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ ڈالی ہے۔ کام کرنے میں عظمت ہے خواہ وہ کوئی کام ہو۔ اسلام کی نگاہ میں کوئی کام معیوب نہیں اور نہ حقیر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں۔ گھر کے کام کاج بھی کئے۔ ساتھیوں کے ساتھ لکڑیاں بھی اکٹھی کیں۔ بکریوں کا دودھ بھی دوہا اور کبھی کبھی آپ نے اپنا جوتا بھی گانٹھا۔ اس سے بھی یہی بتانا مقصود تھا کہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی حقیر اور معیوب نہیں ہے بلکہ اس کے کرنے میں ایک انسان میں عظمت پیدا ہوتی ہے۔ اور ذلت اور خست لوگوں کی اعانت پر بھروسہ کرنے میں ہے۔ مانگنے میں ہے اور لوگوں سے سوال کرنے میں ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اس چیز کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''کسی شخص کا رسی لے کر جانا اور لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لانا اور اسے بازار میں فروخت کر دینا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی آبرو کو بچا لے، اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور پھر لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔'' (بخاری۔ مسلم)

ان تعلیمات سے اسلام نے روزی کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ وہ کام خواہ زراعت ہو یا تجارت، صنعت ہو یا ملازمت کسی بھی طریقہ سے ہو بشرطیکہ وہ ذریعہ اور طریقہ حرام نہ ہو اور نہ اس سے حرام کی معاونت ہوتی ہو۔ اگرچہ اسلام نے زراعت اور صنعت و حرفت کی بھی تلقین کی ہے، لیکن قرآنی نصوص اور رسول اللہ ﷺ کی سنت نے تجارت کرنے کی پرزور طریقہ سے دعوت دی ہے اور اس مقصد کے لئے سفر کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اور اسے ''اللہ کا فضل'' تلاش کرنے سے تعبیر کیا ہے بلکہ تجارت کی غرض سے سفر کرنے والوں کا ذکر مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ کیا ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ایک مقام پر فرمایا!

وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون تقاتلون فی سبیل اللہ (مزمل: ۲۰)

کچھ لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ چنانچہ امام قرطبی

نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

فکان ہذا دلیلاً علی ان کسب المال بمنزلتہ الجہاد لانہ جمع مع الجہاد فی سبیل اللہ

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کسب مال بمنزلہ جہاد کے ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اسے جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (تفسیر القرطبی جلد ۱۹ ص ۵۴)

اسی وجہ سے قرآن حکیم میں بحری مواصلات کے ذرائع جو بین الاقوامی تجرات کے لئے نقل و حمل کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر بطور احسان کیا گیا ہے کیونکہ ان ذرائع سے داخلی اور خارجی تجارت کی راہیں کھلتی ہیں۔

مسلمان حج کے موقع پر تجارت کرنے میں انقباض محسوس کرتے تھے کیونکہ حج ایک خالص دینی فریضہ ہے، لیکن حق تعالی شانہ نے واضح طور پر فرمایا۔

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم۔ (البقرۃ ، ۱۹۸)

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو کہ مساجد میں گہری دلچسپی رکھتے تھے ایک مقام پر فرمایا:

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللہ واقام الصلواۃ وایتاء الزکواۃ۔ (النور ، ۳۷)

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کے ذکر اور اقامت صلواۃ اور زکواۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا کہ مسلمان، قرآن حکیم کی نظر میں مسجدوں میں بند ہو کر رہنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی تکیوں کے درویش اور نہ ہی خانقاہوں کے رہبان ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح دنیا میں رہ کر کام کاج کرنے والے لوگ ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیوی کام انھیں دینی ذمہ داریوں سے غافل نہیں کرتے بلکہ وہ دینی اور دنیوی دونوں امور کو بیک وقت سرانجام دیتے ہیں۔ وہ زراعت بھی کرتے ہیں۔ صنعت و حرفت میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ تجارت بھی کرتے ہیں لیکن یہ سب چیزیں انھیں اللہ کے ذکر سے نہ تو غافل کرتی ہیں اور نہ ہی اقامت صلواۃ اور ادائیگی زکواۃ میں مانع ہوتی ہیں۔

قرآن و سنت نے تجارت کرنے کے لئے کچھ اصول بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کرنا ایک مسلمان تاجر کے لئے نہایت ضروری ہے۔ وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تجارت میں پہلا اصول صدقہ و امانت ہے۔ ایک تاجر کو صادق بھی ہونا چاہیئے اور امانت دار بھی۔ ورنہ تجارت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک تاجر اگر کذب بیانی اور جھوٹ سے کام لے گا تو اس کی تجارت فروغ نہیں پا سکتی۔ کوئی ایک مرتبہ اس پر اعتبار کرے گا۔ دوسری دفعہ کبھی اس پر اعتبار نہیں کرے گا۔ صدقہ و

امانت تجارت کا ایک بنیادی اصول ہے۔ چنانچہ حدیث میں فرمایا۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء (ترمذی)

سچا اور دیانت دار تاجر قیامت کے روز انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ زندگی کے کارزار میں، تجارت میں، صدقہ وامانت کو قائم رکھنا ایک غیر معمولی بات ہے اور ہر تاجر اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ دینوی زندگی کے تجربات بتاتے ہیں کہ جہاد صرف میدان قتال ہی میں نہیں ہوتا ہے بلکہ اقتصادی میدان میں بھی جہاد ہوتا ہے۔ لہذا صدق وامانت والا تاجر حقیقتاً شہداء میں سے ہے، اسی وجہ سے ایسے تاجر سے شہداء کی معیت کا وعدہ کیا گیا۔ (ابن، جہ۔ حاکم)

تجارت سے آدمی کے اندر مال کی طمع اور حرص پیدا ہوتی ہے۔ نفع کمانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے کیونکہ مال سے مال پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت حلال و حرام کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ آدمی مزید نفع کی سوچتا ہے خواہ کسی طریقہ سے ہو۔ ایسے مواقع پر دیانتداری اور امانتداری کی حدود کو قائم رکھنا انبیاء اور شہداء کا کام ہے اور ایک مجاہد فی سبیل اللہ ہی ایسا کام کرسکتا ہے۔ لہذا ان تینوں کی معیت کا اللہ کے رسول نے وعدہ فرمایا۔

ایک تاجر پوری زندگی اپنے کیپٹل اور پرافٹ، راس المال اور نفع کے چکر میں پھنسا رہتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے مال کی محبت فطری طور پر انسان کے دل میں ڈالی ہوئی ہے کہ یہ زینت حیات دینوی ہے۔ (المال والبنون زینتہ الحیواۃ الدنیا) مال کثیر کی طمع اس کے دل میں پیدا کی ہے۔ (وتحبون المال حباً جماً) جو شخص اس چکر میں پڑنے کے باوجود اپنے یقین کو قوی، اپنے دل کو خشیت الٰہی سے معمور اور اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھے اور صدق وامانت کے اوصاف سے متصف ہو وہ یقیناً اور بلاریب انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت کا مستحق ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں مدینہ کی مارکیٹ میں یہودی تاجروں کی اجارہ داری (MONOPLY) تھی۔ مدینہ کی پوری تجارت پر وہ چھائے ہوئے تھے۔ سودی کاروبار اور ہیر پھیر کی تجارت ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے قیام میں جہاں عبادت الٰہی کے لئے تقویٰ کی بنیاد پر مسجد نبوی قائم کی جو عبادت، دعوت اور حکومت کا مرکز تھی، وہاں آپ نے اقتصادی پہلو کی اہمیت کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا اور خالص اسلامی مارکیٹ قائم کرکے یہودیوں کی اجارہ داری اور تسلط کو ختم کیا۔ اس مارکیٹ کا نظام آپ ﷺ نے خود مرتب فرمایا اور آپ اس کی برابر نگرانی بھی فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً اس کے بارہ میں ہدایات بھی جاری فرماتے۔ اس اسلامی مارکیٹ کی یہ خصوصیت تھی کہ اس میں اسلامی اقتصادی ہدایات کے مطابق کام ہوتا تھا اور یہ فریب، دھوکہ دہی، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، سود، ناجائز منافع خوری اور دوسروں کو زک پہنچانے والی تمام باتوں سے یک قلم پاک تھی۔ اسی اسلامی اقتصادی اہمیت کے پیش نظر سیدنا عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ فقہ اسلامی سے واقفیت رکھنے والا شخص ہی ہماری، مارکیٹ میں تجارت کرنے کا حقدار ہے غیر فقیہ شخص اس میں دوکانداری نہ

کرے۔ مقصد یہی تھا کہ یہ اسلامی مارکیٹ اسلامی قوانین کے مطابق چلے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں ہر قسم کے تاجر۔ کاریگر۔ کاشتکار اور دیگر پیشوں کے لوگ موجود تھے۔ انصار مدینہ زیادہ زراعت پیشہ تھے اور ان کے نخلستان تھے۔ لیکن مہاجرین مکہ زیادہ تر تاجر پیشہ تھے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور دیگر مہاجر صحابہ کرامؓ کی تجارت کے واقعات تاریخ وسیر کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ زیادہ تر صحابہ کرامؓ تاجر پیشہ تھے اور وہ خالص اسلامی نقطہ نظر سے تجارت کرتے تھے۔

اسلام نے تجارت کے لئے دوسرا اصول یہ بتایا کہ تجارت میں معاہدہ کی پابندی کی جائے۔ خریدار سے جو بات ہو گئی ہے اس کو بروقت پورا کیا جائے۔ یہ نہیں کہ مال گراں ہو گیا۔ سودا سستا کیا تھا........ لہذا اب یا تو ناقص مال دینے کی خواہش ہے یا پھر مال دینے سے انکار۔ اسلام نے ویسے تو ہر معاملہ میں معاہدہ کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے لیکن تجارت میں اس کی پابندی کی خصوصی اہمیت کو اجاگر کیا۔ جو دکاندار معاہدہ کی پابندی نہیں کرتا اس کی تجارت اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔

اسلام میں تجارت جائز بلکہ ضروری ہے، لیکن جس تجارت میں ظلم، فریب، ناجائز نفع اندوزی، احتکار (مال کی بندش) اور ممنوعات کی ترویج جیسی خرابیاں ہوں، اسلام میں وہ تجارت حرام ہے۔ لہذا شراب، مخدرات (DRUGS) خنزیر، بت، مجسمہ وغیرہ جن سے استفادہ حرام ہے، ان کی تجارت کرنا بھی حرام ہے۔ اور ہر وہ کمائی جو ایسی تجارت سے حاصل ہو وہ بھی حرام اور خبیث ہے اور بقول جناب ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو گوشت اس حرام سے پرورش پائے وہ آگ ہی کے لائق ہے۔

جائز تجارت کی صورت میں ایک تاجر کو مندرجہ ذیل باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے، کیونکہ جہاں تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کی معیت میں ہوں گے وہاں بعض تاجروں کو حدیث میں "فجار" کے لفظ سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے باہر نکلے۔ دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا "اے تاجرو!" یہ لفظ سننا تھا کہ تمام تاجروں نے لبیک کہتے ہوئے آپ کے فرمان کو سننے کے لئے اپنی گردنیں اٹھائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

"تاجر قیامت کے دن فجار کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، سوائے ان کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نیک روی اختیار کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔ (الامن اتقی اللہ و برو صدق) (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

۱۔ تاجر کے لئے سب سے پہلی بچنے کی شے جھوٹ ہے۔ جھوٹ ویسے بھی کاروبار اور تجارت کے لئے زہر قاتل ہے۔ جھوٹے تاجر کی بات پر کوئی اعتبار نہیں کرتا اور نہ اس کی بات کو کوئی اہمیت دیتا ہے۔ دینی لحاظ سے بھی ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی لعنت (رحمت سے دوری) کا مستحق ہے۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

چنانچہ سیدنا واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لایا کرتے اور

فرماتے...... یا معشر التجار! ایاکم والکذب (طبرانی)......اے تاجرو! جھوٹ سے بچو۔
جھوٹ تجارت کو ختم کر دیتا ہے۔ بد کرداری کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور بد کرداری کا انجام جہنم ہے، لہذا تاجر حضرات کو تجارت میں ہر قسم کے جھوٹ سے احتراز کرنا چاہیئے۔

۲۔ دوسری شے تجارت کے سلسلہ میں اسلام نے قابل احتراز یہ بتائی کہ تاجر کو بکثرت قسمیں نہیں کھانا چاہیئں۔ قسم کی حرمت اس صورت میں اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ جب دھوکہ دہی کے لئے جھوٹی قسمیں کھائی جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ

"تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالی قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ اور نہ انہیں پاک ٹھہرائیں گے اور وہ لوگ دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔ ان میں ایک شخص وہ ہوگا جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہوگا۔ (مسلم)

"قسم کھانے سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے لیکن برکت اٹھ جاتی ہے۔ (بخاری)

۳۔ ایک مسلمان تاجر کو دھوکہ اور فریب دہی سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔ اسلام نے دھوکہ دہی کی تمام صورتوں کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ بیع وشراء سے متعلق ہوں یا دوسرے انسانی معاملات سے متعلق! اسلام کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملہ میں سچائی اختیار کریں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بائع اور مشتری دونوں کو سودا فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہیں ہو جاتے۔ اگر دونوں سچائی سے کام لیں اور عیب بیان کریں تو ان کو سودے میں برکت دی جاتی ہے۔ اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو سودے کی برکت اٹھا دی جاتی ہے۔ (بخاری)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ

"ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک غلہ فروش کے پاس سے ہوا۔ آپ ﷺ کو اس کا وہ غلہ اچھا معلوم ہوا، لیکن آپ ﷺ نے جب ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کی کہ بارش کی وجہ سے نمی پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا پھر اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

سودے کا عیب بیان نہ کرنا یا اس کو چھپانا اسلام میں دھوکہ دہی ہے۔ آج ہم چیز بیچتے وقت اس کا عیب بیان نہیں کرتے تاکہ قیمت میں کمی واقع نہ ہو، لیکن ہمارے اسلاف کی یہ بھی ایک خوبی تھی کہ وہ سودے کا عیب چھپاتے نہیں تھے۔ چنانچہ امام ابن سیرین کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ایک بکری فروخت کی تو خریدار سے فرمایا میں اس کا عیب بیان کر کے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ یہ بکری پاؤں سے چارہ ادھر ادھر پھیلا دیتی ہے۔ ایک ہم ہیں کہ دھوکہ دہی میں طاق اور ماہر ہیں بلکہ اسے ایک فن سمجھتے ہیں۔ ہماری منڈیوں میں وہ تاجر کامیاب سمجھا جاتا ہے جو زیادہ دھوکہ باز اور گاہک کو فریب دینے والا ہو۔

۴۔ ناپ تول میں کمی بھی ایک مسلمان تاجر کے لئے قابل احتراز ہے۔ قرآن حکیم میں ناپ تول میں کمی نہ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا!

اوفوا الکیل و المیزان بالقسط، لاتکلف نفساً الاوسعھا (الانعام : ۱۵۲)

اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔ ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

واوفو الکیل اذاکلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم، ذالک خیر واحسن تاویلا

اور جب تم ناپو تو ناپ بھر کر دو اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور انجام بد کے لحاظ سے خوب تر ہے۔ (الاسراء : ۳۵)

ایسے لوگوں کے لئے قرآن حکیم میں تباہی بتائی گئی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کو یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ (المطففین)

بلکہ قرآن حکیم میں ہے کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم پر صرف اسی وجہ سے عذاب الٰہی نازل ہوا کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتی تھی۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"پانچ چیزوں کی وجہ سے پانچ چیزیں آتی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو پیداوار میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور وہ قوم قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ (تفسیر القرطبی جلد ۱۹ ص ۲۵۱)

یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ دو پیمانوں سے ناپے اور دو ترازوؤں سے تولے۔ اسلام ایک پیمانے اور یک ترازو کی تلقین کرتا ہے۔ تاکہ کوئی کمی بیشی نہ ہو۔

۵۔ مجہول شی کی فروخت سے بھی اسلام میں تاجر کو روکا گیا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی دھوکہ دہی ہے۔ اسلام میں ایسی تمام خرید و فروخت جائز نہیں ہیں جس میں کسی فریق کو نقصان کا اندیشہ ہو اور بعد میں نزاع کا خطرہ۔ چنانچہ کسی جانور کے پیٹ میں بچہ کی فروخت، پانی کے اندر مچھلیوں کی فروخت، اڑتے ہوئے پرندوں کی بیع اور اس قسم کی مجہول اشیاء کی فروخت اسلام کی نگاہ میں جائز نہیں۔

۶۔ احتکار (ذخیرہ اندوزی) سے اجتناب کرنا بھی ایک مسلمان تاجر کے لئے ضروری ہے خصوصی طور پر غلہ کی ذخیرہ اندوزی۔ اسلام اگرچہ بیع و شراء میں مکمل آزادی دیتا ہے لیکن اسے اس بات سے شدید انکار ہے کہ لوگ لالچ اور خود غرضی میں مبتلا ہو کر اپنی دولت میں دن رات اضافہ کرتے چلے جائیں خواہ غذائی اجناس اور قوم کی دیگر اشیائے ضرورت ہی کے ذریعہ کیوں نہ دولت سمیٹی جا سکے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کی نہایت سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ فرمایا

من احتكر الطعام اربعين ليلتہ فقد برئ الله منہ (مسند احمد)

جس نے ۴۰ دن تک غلہ روکے رکھا اس سے اللہ تعالی بری الذمہ ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا

"ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہ گار ہے۔" (مسلم)

آپ ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی نفسیاتی کیفیت اس طرح بیان فرمائی۔

"بہت برا ہے وہ بندہ جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ جب ارزانی ہوتی ہے تو برا محسوس کرنے لگتا ہے اور جب گرانی ہوتی ہے تو خوش ہو جاتا ہے۔ (رزین)

ایک اور حدیث میں ذخیرہ اندوز کے بارہ میں یوں فرمایا:

"بازار میں مال لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ، حاکم)

ذخیرہ اندوزی ہی کی ایک قسم یہ ہے کہ شہر میں رہنے والا کوئی شخص کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی شخص ضرورت کی اشیاء بازار کے بھاؤ فروخت کرنے کے لئے لائے لیکن اس کے پاس کوئی شہری پہنچ کر یہ کہے کہ مال میرے حوالے کردو تاکہ میں بعد میں اسے زیادہ قیمت پر فروخت کروں۔ اگر دیہاتی خود فروخت کرتا تو چیز سستے داموں فروخت ہو جاتی۔ وہ خود بھی نفع کماتا اور دوسرے لوگ بھی فائدے میں رہتے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں اس چیز کا بہت زیادہ رواج تھا چنانچہ سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

"ہمیں اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے خواہ وہ اس کا سگا مائی ہی کیوں نہ ہو۔" (بخاری۔ مسلم)

معلوم ہوا کہ اسلام میں مصلحت عامہ، ذاتی تعلقات پر فوقیت رکھتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا

"کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعہ رزق دے گا۔ (مسلم)

اس سے ایک اور تجارتی اصول ہاتھ آتا ہے کہ بازار، قیمتوں اور مبادلہ کو کسی مداخلت کے بغیر اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ فطری مقابلہ NATURAL COMPETITION اور طبعی عوامل کے ذریعہ قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہے۔

۷۔ ایک مسلمان تاجر کو اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مصنوعی مداخلت کر کے قیمتوں کو بڑھائے۔ حدیث میں ایک لفظ "نجش" ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی تشریح کے مطابق نجش یہ ہے کہ کسی شخص کا ارادہ مال خریدنے کا نہیں، لیکن وہ ویسے ہی قیمت زیادہ لگا دے تاکہ دوسرا شخص زیادہ قیمت دے کر مال خریدے۔ یہ بھی دراصل دھوکہ دہی کی ایک قسم ہے لہذا یہ

بھی اسلام میں ممنوع ہے۔

۸۔ ایک مسلمان تاجر کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ مال کو منڈی میں آنے سے پہلے اس کو شہر سے باہر جا کر خریدے۔ اس طریقے سے مال کی منڈی میں آمد ٹھیک طور پر نہیں ہو سکے گی۔ اور بازار میں قیمتیں مستحکم نہیں ہو سکیں گی۔ اس صورت میں فروخت کنندہ کو چونکہ منڈی کے بھاؤ کا علم نہیں ہوتا لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا مال کم قیمت پر فروخت کر دے جس سے اسے نقصان ہو۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے بازار میں مال آجانے پر فروخت کنندہ کو سودا فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ (مسلم)

۹۔ بعض تاجر یہ علم ہوتے ہوئے کہ یہ مال چوری کا ہے یا ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے، پھر بھی اسے خرید لیتے ہیں کیونکہ وہ سستا ہوتا ہے اور اس پر زیادہ منافع کی امید ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسے مال کی خرید سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دراصل چور اور غاصب کے ساتھ ایک قسم کا تعاون ہوگا اور اسلام برائی میں تعاون کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

من اشتری سرقتہ وھویعلم انھا سرقتہ فقد اشترک فی اثمھا و عارھا (بیقی)

جس شخص نے چوری کا مال خریدا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے تو وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوا۔

۱۰۔ ایک مسلمان تاجر کو سود سے بچنے کی بھی اسلام نے نہایت تاکید کی ہے کیونکہ یہ معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ اسلام نے تجارت کے ذریعہ مال اور نفع کمانے کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

یا ایھا الذین آمنو ولاتا کلو اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء : ۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال باطل اور ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔

معلوم ہوا کہ تارت سے مال کمانا اور نفع حاصل کرنا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے تجارت کی غرض سے سفر کرنے ولوں کی تعریف کی ہے، لیکن سود کے ذریعہ مال کمانا اسلام کی نگاہ میں ایک بہت بڑا جرم ہے کیونکہ سود سے ارتکاز زر ہوتا ہے جس کی وجہ سے امیر روز بروز امیر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ سود کھانا شریعت اسلامیہ میں اللہ اور اس کے رسول سے گویا اعلان جنگ کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ و ذروامابقی من الربا ان کنتم مومنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ، وان تبتم فلکم رووس اموالکم لاتظلمون ولا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اگر تم توبہ کر لو تو اصل زر لینے کا تمہیں حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ (البقرۃ: ۲۷۸-۲۷۹)

اندازہ فرمائیے کتنا سخت حکم ہے سود کی ممانعت کا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دینے میں انسان کے اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی مصالح کا لحاظ کیا ہے۔ اور جدید تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ سود کی حرمت کے بارہ میں اسلام کا نقطہ نظر بالکل صحیح ہے۔ آج سرمایہ دارانہ نظام میں جس قدر بھی خرابیاں ان میں اس سود کا اکثر و بیشتر حصہ ہے۔ سود طاقتور کے مفاد کی خاطر غریب کا خون چوس لینے کا نام ہے۔ اس سے ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دن بدن مالدار ہو جاتا ہے اس سے معاشرہ میں باہمی کشمکش کی آگ بھڑکتی ہے۔ اس وجہ سے اسلام نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔ سود کے حرام ہونے کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں چنانچہ امام فخر الدین رازی نے ان میں سے کئی ایک کو بیان کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے سود لینے والے، دینے والے اور سود کے کاغذات لکھنے والے پر لعنت کی ہے کیونکہ یہ سارے لوگ اس گناہ میں معاونت کرتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے:

لعن اللہ آکل الربوٰا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی)

البتہ اگر شدید ضرورت سودی معاملہ کرنے کی متقاضی ہو تو ایسی صورت میں کھانے والا ہی گنہ گار ہوگا۔ بشرطیکہ ضرورت حقیقی ہو صرف اپنی ضرورت یا ترقی کے کاموں میں توسع پیش نظر نہ ہو جیسا کہ لوگ آجکل اپنے کاروبار کی ترقی کے لئے بنکوں یا دوسرے مالیاتی اداروں سے سود پر روپیہ قرض لیتے ہیں۔

قرض، خواہ سود پر ہو یا بغیر سود کے ہو، دونوں صورتوں میں کوئی اچھی شے نہیں۔ قرض سے آدمی کی رات کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اور آدمی کئی ایک گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسول ﷺ نے قرض سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا منقول ہے۔

اللھم انی اعوذبک من غلبۃ الدین وقھر الرجال۔ (ابوداؤد)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور آدمیوں کے قہر سے............ ایک اور حدیث میں یوں ہے۔

اعوذ باللہ من الکفر والدین (نسائی)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور قرض سے۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا کفر اور قرض برابر ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذبک من الماثم والمغرم

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے
ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ اکثر قرض سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی جب مقروض ہوتا ہے کہ تو اس کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ (بخاری)

قرض کا خوف دلانے کے لئے آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔
چنانچہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:
"شہید کا ہر گناہ معاف ہوجاتا ہے سوائے قرض کے۔ (مسلم)

یہ تھیں کاروبار اور تجارت کے بارہ میں اسلام کی چند تعلیمات جن کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ہر مسلمان تاجر کے لئے یہ ضروری ہے کہ تجارت کرتے وقت اسلام کی ان تعلیمات کو ذہن میں رکھے اور ان پر عمل کرے۔

ادارہ

مسافرینِ آخرت

مجلس احرار اسلام حاصل پور کے امیر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب حاجی محمد اشرف صاحب کے والد ماجد جناب حاجی میاں نذیر احمد صاحب ۲۸ شوال ۱۴۱۵ھ، ۳۰ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعرات رحلت فرماگئے۔ مرحوم عرصہ دراز سے امراضِ سینہ میں مبتلا تھے۔ وہ ایک صالح اور خلیق انسان تھے۔ آخری وقت تک صوم وصلواۃ اور تلاوت قرآن کریم کی نعمت سے سرفراز رہے۔

* لاہور میں ہمارے محترم کرم فرما جناب قاری عبدالقیوم صاحب (مہتمم جامعہ صدیقیہ) کے چھوٹے بھائی قاری عبدالعزیز صاحب گزشتہ ماہ انتقال فرماگئے۔
* چک نمبر ۱۰۹-۱۲ ایل، چیچاوطنی کے سابق احرار کارکن جناب محمد شریف راعی کی اہلیہ اور ہمارے دوست محترم کفایت اللہ صاحب کی ممانی صاحبہ گزشتہ ماہ رحلت فرماگئیں۔

ہمارے کرم فرما بھائی محمد رمضان صاحب (لال دین خیر دین فرم ملتان) کی ہمشیر صاحبہ گذشتہ دنوں انتقال فرماگئیں۔
مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے رکن جناب صوفی محمد یوسف صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ رحلت فرماگئیں۔
جلال پور پیروالہ سے نقیب کے قاری اور ادارہ کے معاون جناب شبیر احمد سعید صاحب اور قاری نذیر احمد صاحب کے چچازاد محمد سلیم اختر گزشتہ ماہ اچانک انتقال کرگئے۔
اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحومین کے لئے خاص طور پر دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

معین قریشی پاکستان پہنچ گے۔ (ایک خبر)
کوئی نیا گل کھلائیں گے۔

حکومت بدمعاشی کر رہی ہے۔ (ولی خان)
پاکستان کی ہر جمہوری حکومت نے بدمعاشی کو فروغ دیا ہے۔

وزراء کی تنخواہ ۱۰۰ فیصد بڑھ گئی۔ غریب کلرک منہ تکتے رہ گئے۔ (ایک خبر)
کیا وزراء غریب یتیم اور زکواۃ کے مستحق ہیں۔

کسی کو جمہوریت کی بساط لٹنے نہیں دیں گے۔ (بے نظیر)
چاہے امریکہ کی دہلیز ہی کیوں نہ چاٹنی پڑے۔

گوجرانوالہ میں پولیس بوٹوں سمیت مساجد میں گھس گئی۔ علماء پر تشدد۔ (ایک خبر)
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

فیصل آباد میں بجلی گرنے سے دو افراد جھلس گئے۔ (ایک خبر)
کاش کسی پجارو پر گری ہوتی۔

جمہوریت بازار کی لونڈی بن چکی ہے۔ سیاست میں لفنگا پن ہی رہ گیا ہے۔ (اکبر بگٹی)
آج کل کی سیاست کا حال مت پوچھو! گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

بے نظیر نے رمزی کی گرفتاری کے لئے قانون کی دھجیاں اڑا دیں۔ امریکی کمانڈرز نے خود چھاپہ مارا۔ (ایک خبر)
لگتا ہے پاکستان امریکہ کا ۵۳ واں صوبہ اور بے نظیر اسکی ملکہ ہیں۔

ایک دن بلاول بختاور اور آصفہ کو بھی گھی لینے کے لئے لائن میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ (تہمینہ دولتانہ)
جب بجلی کڑ کڑ کڑکے گی، ہم دیکھیں گے۔

حکومت کو کوئی خطرہ نہیں۔ (جے سالک)
مزید موٹی ہو رہی ہے۔

کسٹم والوں کی زمہ گری ۶۵ ہزار لے کر ۲ ہزار کی رسید دے دی۔ (چوہدری زمان)
ہر محکمے میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔

بے نظیر مقام رسالت ﷺ سے باخبر ہیں۔ انہوں نے توہین عدالت کی ہے۔ (فضل الرحمن)

آپ کو غلطی لگی ہے سجدۂ سہو ادا کریں۔
مشکل حالات پر قابو پالیا گیا ہے۔ (بے نظیر)
اپوزیشن کو کچلنے کے انتظامات کرلئے گئے۔
کراچی کے ہنگاموں میں بھارت پوری طرح ملوث نہیں۔ (نصیر اللہ بابر)
صفائی پیش کرنے کا مقصد؟
عیسائیوں کو سزا ہمارا اندرونی معاملہ ہے کوئی دوسرا ملک مداخلت نہ کرے! (جے سالک)
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
ملک میں جمہوریت نہیں۔ میاں بیوی کی حکومت ہے۔ (غوث علی شاہ)
غریب کے نام پر غریب کا خون چوسنے والے ناگ اور ناگن!
تھانوں پر نئے قومی پرچم لہرانے کا حکم (ایک خبر)
رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ یہ بورڈ بھی نئے لگوائے جائیں۔!
وزیراعظم ہاؤس میں چار کتے۔ ایک بلی۔ لڑاکا مرغ۔ اونٹنیاں۔ چار بھینسیں۔ پرندے اور کئی گھوڑے ہیں۔
کتے صبح شام شہد ملا دودھ پیتے ہیں۔ (ایک خبر)
آج کل وزیراعظم ہاؤس اور پاکستان انہی کے سپرد ہیں۔
ضرورت پڑی تو فضل الرحمن بھی امور خارجہ کی چیئرمین شپ سے استعفی دے دیں گے۔ (اجمل قادری)
قادری صاحب! آپ کا کشف؟ فضل الرحمن تو جمیعت علماء کے تاحیات امیر بن گئے ہیں۔
بھٹو کا سپاہی اور جیالا ہونے پر فخر ہے۔ (این ڈی خان)
اللہ تیرا حشر بھی ویسا کرے!
کراچی میں رینجرز کے علاوہ ۲۲ ہزار پولیس اہل کار تعینات ہیں۔ (ایک خبر
صرف بے گناہ عوام کو قتل کرانے کے لئے!

• مائیک ٹائی سن جیل میں مسلمان ہو گیا رہائی کے بعد پہلے عصر کی نماز اداء کی، اسلامی نام عبدالعزیز رکھا گیا۔ (واشنگٹن ریڈیو رپورٹ)
عیسائیت کے داغدار بدنما چہرے پر زمانے دار تھپڑ
اسلام کی حقانیت کی زندہ دلیل
• جماعت اسلامی جموں و کشمیر کے دفتر پر چھاپہ ڈائریکٹر گرفتار فائلیں ضبط۔
مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے بے نظیر زرداری کا جمہوری اقدام بغل میں مارشل لاء، منہ میں جمہوریت۔
• حزب اللہ تنظیم کے اکلوتے مجاہد میجر رشید وڑائچ گرفتار انہوں نے اور لوگوں نے مرزائی باپ کے فرزند کمر

بند منظور وٹو کو لوٹا لوٹا کے قومی نام سے یاد کیا نعرے لگائے۔
مستقبل میں بیت الخلاؤں میں لوٹے کی جگہ صراحی رکھنی پڑے گی تاکہ اسکی قلقل سے وزارت علیا وہاں بھی ڈسٹرب نہ ہو اور کوئی قانون نافذ کرنے والا ادارہ بھی دست اندازی نہ کرسکے!

× ہڑتال کے باعث کراچی بندرگاہ کو دس ارب روپے کا نقصان۔
× حکومت کو ڈیڑھ ارب، تاجروں کو ایک ارب روپے کا نقصان۔

چھت ڈگدی اے تے ڈگ جائے میں تو ناچوں گی۔

× فلور فیسٹیول منایا گیا حسن نثار نے اسے فول میلہ لکھا ہے۔
× سیٹھ عابد نے جشن بہاراں منایا، سید عطاء المحسن نے لکھا ہے کہ سیٹھ فاسد نے سرمائے کا جشن ڈکاراں منایا ہے سرمائے کا ڈکار ایسا ہی بد بودار ہوتا ہے جو پورے ماحول میں تعفن، سڑاند اور بوئے بد پھیلاتا ہے اور یہ بوئے بد خوئے بد کی سگی جڑواں نابکار و ناہموار بہن ہے!

× سپیکر گیلانی کا ماموں زاد بھائی تخریب کاری کے الزام میں گرفتار (ایک خبر)

ان کے ماموں بھی پکڑے جاتے تو تعجب نہ تھا۔

× شراب پی کر لیڈی کانسٹیبل سے زیادتی کی کوشش۔ تھانیدار سمیت ۳ پولیس اہل کار معطل۔ ملزموں میں علاقہ مجسٹریٹ بھی شامل ہے۔ (ایک خبر)

عورت کی حکومت میں عورت سے زیادتی۔

× ڈکیتی میں چھینی ہوئی موٹر سائیکل پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل کے گھر سے برآمد۔ (ایک خبر)

''انصاف، مظلوم کی دہلیز پر!''

× برے آدمی سے عورت کی سربراہی بہتر ہے۔ (مولانا فضل الرحمن)
× امریکہ کو پاکستان میں بے دینی کا جھنڈا نہیں لہرانے دیں گے۔ (نورانی)

آپ آنکھیں کھول لیں، جھنڈا وہ لہرا چکا ہے۔

× مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے بے نظیر کا انقلابی اقدام۔ (ایک خبر)

بغل میں امام ضامن، منہ میں رام رام

× کراچی خون میں ڈبکیاں لے رہا ہے۔ (ایک خبر)

اور حکومت ایڈونچر لینڈ میں محو استراحت ہے۔

× پاکستان ذہنی شہ رگ کی آزادی کے لئے لڑنے والوں کی ہر طرح مدد کرے۔ (نصر اللہ خان کا ریلی سے خطاب)

پی پی کی یہ ریلی...... نصر اللہ تیرا اللہ بیلی

× افتخار عارف کو اکادمی ادبیات کا تاحیات رکن بنا دیا گیا۔ (ایک خبر) بقیہ صفحہ ۴۷ پر

عبداللطیف خالد چیمہ
سیکرٹری اطلاعات مجلس احرار اسلام پاکستان

سترھویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس ربوہ

- پیپلز پارٹی پاکستان سے دین کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے۔
- مرتد کی شرعی سزا کے نفاذ تک جدوجہد جاری رہے گی۔
- قادیانی رسائل و جرائد اور پریس ضبط کئے جائیں۔
- مسجد احرار، ربوہ میں منعقدہ سترہویں سالانہ دوروزہ شہداء ختم نبوت کانفرنس سے
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد، سید عطاء المحسن بخاری، سید عطاء المومن بخاری، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، مولانا محمد مغیرہ، پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، ابوسفیان تائب، مولانا اللہ بخش اور سید محمد کفیل بخاری کا خطاب۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے گراں قدر ساتھیوں نے اکتوبر ۱۹۳۴ء میں قادیان میں احرار کے شعبہ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نوت کا مرکز قائم کیا اور قادیانیوں کے تسلط کو توڑا تو فروری ۱۹۷۶ء میں فرزندان امیر شریعت نے بھٹو حکومت کی پابندیوں کے باوجود ربوہ میں ختم نبوت کا پھریرا لہرایا اور ڈگری کالج ربوہ کے متصل مسلمانوں کے پہلے عالمی اسلامی تبلیغی مرکز مسجد احرار اور جامعہ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو یہاں ایک رزہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے اور عظیم الشان جلوس بھی نکالا جاتا ہے اقصیٰ چوک اور ایوان محمود کے عین سامنے قائدین احرار مرزائیوں کو دعوت اسلام دیتے ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے دس ہزار شہداء کی یاد میں ہر سال دو روزہ سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس اسی مرکز میں پورے تزک و احتشام کے ساتھ گذشتہ ۱۶ سال سے منعقد ہو رہی ہے۔ امسال ۱۷ ویں سالانہ کانفرنس ۱۶، ۱۷ مارچ ۹۵ء جمعرات، جمعۃ المبارک کو روائتی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں دور دراز اور ملک کے مختلف علاقوں سے جید علماء کرام، دینی رہنماؤں سرخ پوش احرار رضا کاروں اور مجاہدین ختم نبوت کے قافلے شریک ہوئے۔ کانفرنس کا آغاز مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل سید عطاء المحسن بخاری کی تقریر سے ہوا جو بعد نماز ظہر تا نماز عصر جاری رہی۔ انھوں نے حیات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے تفصیلی گفتگو فرمائی اور منکرین ختم نبوت کے تمام اعتراضات کے مدلل

کے درس قرآن کریم سے ہوا بعد ازاں وقفہ دیا گیا اس دوران احرار کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مجلس مشاورت بھی منعقد ہوئی جس میں شعبہ تبلیغ کی سابقہ کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کی منصوبہ بندی کی گئی مختلف زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت کا فیصلہ بھی کیا گیا یو۔ کے احرار ختم نبوت مشن (برطانیہ) کے نمائندے نے برطانیہ اور بیرون ممالک میں کام کا جائزہ پیش کیا۔

گیارہ بجے قبل دوپہر پانچویں نشست کا آغاز ہوا جس میں مولانا اللہ بخش، پنجاب بار کونسل کے ممبر ملک ربنواز ایڈووکیٹ، قاری محمد اصغر عثمانی، مولانا محمد ادریس، حاجی محمد اشرف، کپتان غلام محمد، اکمل شہزاد، قاری محمد عالم اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

چھٹی اور آخری نشست نماز جمعتہ المبارک کے بعد شروع ہوئی۔ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم

○ بیرونی طاقتیں اپنے نظریات کی جنگ پاکستان میں لڑنا چاہتی ہیں۔

○ توہین رسالت ﷺ آرڈیننس کی مخالفت عذاب الہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

نبوت پاکستان کے سربراہ اور خانقاہ سراجیہ کندیاں کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نماز جمعہ سے قبل تشریف لے آئے تھے آخری نشست کی صدارت انہوں نے فرمائی۔ اس نشست سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آئین کی دفعہ ۲۹۵ سی دراصل قادیانیت کے فروغ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ حکمران مرزائیوں کے بارے میں آئینی فیصلوں کو سبوتاژ کرنے کے لئے ۲۹۵ سی کو غیر مؤثر کرنے کی گھناؤنی سازش کر رہے ہیں۔ توہین رسالت ﷺ کے مجرموں کو جس شان و شوکت کے ساتھ بیرون ملک روانہ کیا گیا اور مقدمہ پر جس طرح حکمران اثرانداز ہوئے اس پر حکومت کو ڈوب مرنا چاہیئے۔ ممتاز قانون دان اور ممبر پنجاب بار کونسل ملک ربنواز ایڈووکیٹ نے کہا کہ مسلمان مرتد کی شرعی سزا کے نفاذ تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے ہمارے مسائل کا حل صرف اسلامی نظام کے نفاذ میں مضمر ہے۔

ماھنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر اور احرار کے مرکزی رہنما سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ حکمران اور سیاستدان تمام دین دشمن تحریکوں بالخصوص قادیانیوں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔

ناموس رسالت ﷺ اور ناموس صحابہؓ کے مخالفین کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے جبکہ حکمران اپنے مخالفین کو جیل بھیج رہے ہیں۔

کانفرنس کے آخری مقرر مجلس احرار اسلام پاکستان کے قائم مقام امیر سید عطاء المومن بخاری سٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارے پاس اس کے شواہد موجود ہیں کہ موجودہ فرقہ واریت، طبقہ واریت اور

جوابات دئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا اور حضور نبی کریم ﷺ سے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و موت کے بارے میں گفتگو ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا عیسیٰ پر موت آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ پر موت آئے گی۔ یعنی عیسیٰ پر ابھی موت نہیں آئی۔ نہ وہ سولی دیئے گئے نہ قتل کئے گئے اور نہ ہی کسی اور ذریعہ سے ان کو موت آئی۔ عقیدے کی بات یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں وہاں کی زندگی کا نظام بالکل الگ تھلگ ہے وہاں نہ یہ دن رات نہ سورج چاند، نہ غذا کا یہ سامان نہ غذائی نظام - وہاں کیا نظام ہے اور کیا غذا ہے کیا ماحول ہے اور کیسی زندگی.....؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

مرزائی یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ آسمانوں پر کسی کا زندہ رہنا تو خلود (ہمیشگی) ہے حالانکہ ہمیشگی اس کا نام نہیں۔ ہمیشگی تو یہ ہوگی کہ ان کو کبھی موت نہ آئے جبکہ یہاں یہ بات طے ہے کہ ان کو ایک معین وقت پر یقیناً موت آئے گی، حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنی زندگی تک تو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی گواہی دی اور ان کی موت کی خبر مستقبل کے صیغے سے دی کہ ان پر موت آئی نہیں بلکہ آئے گی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایک سو احادیث مبارکہ میں نزول عیسیٰ کا ذکر ہے پیدائش کا کہیں ذکر نہیں۔ مسیح تو وہی ہیں جو نازل ہوں گے۔ اور پیدا ہونے والے کو مرزا ہی کہا جائے گا۔

پھر مرزائی یہ دھوکہ بھی دیتے ہیں کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے عقیدہ کے منافی ہے حالانکہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو حضور اکرم ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔ وہ خلافت رسول کا کام کریں گے، اپنی نبوت و رسالت کا نہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ توہین رسالت ﷺ آرڈیننس کی عملاً پامالی کر کے حکومت قادیانیوں کو خوش کرنے کا سامان کر رہی ہے۔ توہین رسالت کے قانون کی مخالفت عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے یہ امر تشویشناک ہے کہ عیسائی اقلیت کو قادیانی کمیونٹی کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ غیر ملکی سفارت کاروں کے ربوہ کے مسلسل دورے اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ بیرونی طاقتیں اپنے نظریات کی جنگ قادیانی آلہ کاروں کی مدد سے پاکستان کی سرزمین پر لڑنا چاہتی ہیں۔ مذہبی جماعتیں اور ان کے سربراہ ہوش کے ناخن لیں اور لادین مغربی جمہوریت کی بجائے اسلام کے نفاذ کی جدوجہد پر متحد ہوجائیں۔ نماز مغرب کے بعد ربوہ اور گردو نواح کے تعلیمی اداروں کے اساتذہ اور طلباء کی خصوصی نشست سے بھی سید عطاء المحسن بخاری نے حالات حاضرہ میں دینی کام کی ضرورت اور فتنۂ ارتداد کے خلاف جدوجہد کے حوالے سے گفتگو کی اور سوالات کے جواب بھی دیئے۔

عشاء کی نماز کے بعد مولانا محمد اسحٰق سلیمی، مولانا محمد مغیرہ، سید خالد مسعود گیلانی، محمد عمر فاروق سمیت دیگر مقررین نے منتخب موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ یہ نشست رات بارہ بجے اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرے روز ۷ مارچ جمعۃ المبارک کو کانفرنس کا آغاز نماز فجر کے بعد پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری

تخریب کاری کے پیچھے قادیانیوں اور امریکی و یہودی لابیوں کا منظم ہاتھ ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختم نبوت کے دوران مسلم لیگ نے دس ہزار نہتے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ اس تحریک میں ناموس رسالت کے پروانے سینے تان کر گولیاں نہ کھاتے تو آج یہ ملک کفر و الحاد اور مرزائیت کی لپیٹ میں ہوتا اور کوئی بھی یہاں اسلام کی بات نہ کر سکتا۔ پیپلز پارٹی دین کو اسکی جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے فسطائی ہتھکنڈوں سے دینی مدارس اور دینی جماعتوں کو تباہ کرنے کی منظم سازش کی جارہی ہے جتنا عدم تحفظ آج ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ لسانی و گروہی اور علاقائی فتنے اور فرقہ واریت حکمرانوں کی شعوری کوشش کا نتیجہ ہے۔ حکومت کی سرپرستی میں قوم کو زنا اور شراب کا رسیا بنایا جارہا ہے۔ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے قوم کو گانے بجانے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ اہانت رسول (ﷺ) کے مجرموں کو جس طریقے سے اس ملک میں سرکاری اعزاز بخشا گیا ہے اس کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش اور خوفناک منصوبہ کار فرما ہے۔

پنجاب کے ضلع خانیوال سے لیکر ضلع گوجرانوالہ تک عیسائی علیحدہ خود مختار ریاست بنانے کی سازش کر رہے ہیں جبکہ حکومت پردہ پوشی کر کے مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں عیسائی ہی توہین رسالت کے مرتکب کیوں ہوئے؟ شاہ صاحب نے کہا کہ مرزا طاہر کو پاکستان واپس لانے کی بھی ایک گہری سازش ہورہی ہے تمام دینی قوتوں کا فرض ہے کہ وہ عالمی تناظر میں اپنے حالات کا جائزہ لیں اور توحید و ختم نبوت اور اسوۂ صحابہ کرامؓ کی مضبوط ترین قدر مشترک پر مل بیٹھنے کی گنجائش نکالیں ورنہ سب کے لئے بہت مشکلات پیش آئیں گی۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی طویل دعا کے ساتھ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

کانفرنس کے اختتام پر درج ذیل قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

۱۔ مجلس احرار اسلام ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت، دہشت گردی، قتل و غارت گری اور امن و امان کی تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال کو انتہائی تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ نہتے

- **ربوہ میں کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دئیے جائیں۔**
- **ملک میں ہونے والی دہشت گردی اور بدامنی حکومت کی نااہلی اور ناکامی ہے۔**

شہریوں کے جان و مال اور املاک کے تحفظ کے لئے تمام ممکنہ وسائل کو بروئے کار لایا جائے اور وطن عزیز کو امن و آشتی کا گہوارہ بنایا جائے۔

۲۔ مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت پیر جی عبدالعلیم رائے پوری ۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء کو چیچا وطنی میں شہید کر دیئے گئے۔ یہ اجتماع اس دہشت گردی کی شدید مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قاتلوں کو گرفتار کر کے انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

۳۔ ملک میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پر موثر عمل درآمد کرایا جائے اور شعائر اسلامی کی خلاف ورزی کے مرتکب قادیانیوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

۴۔ مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

۵۔ ہائی کورٹ کے توہین رسالت ﷺ کیس کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے سے پیشتر مجرموں کی فی الفور رہائی اور قانونی ضوابط کی صریحاً خلاف ورزی کہ جس کے نتیجے میں انہیں راتوں رات بیرون ملک روانہ کر دیا گیا۔ مسلمانانِ پاکستان حکومت کے اس ناروا عمل کو دینی معاملات میں ناقابل برداشت مداخلت تصور کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت ایسے حساس دینی معاملات میں مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے۔ توہین رسالت کے ملزموں کو واپس پاکستان بلائے اور سپریم کورٹ کے فیصلہ تک ملزموں کو اپنی گرفت میں رکھے۔ نیز ملک میں توہین رسالت کے قبیح جرم کے ارتکاب کو قانون پر عمل داری کے ذریعے ناممکن بنایا جائے۔

۶۔ پیپلز پارٹی قادیانیوں کی ملی بھگت سے پاکستان میں فرقہ واریت کو شعوری کوشش کے تحت ہوا دے رہی ہے اور غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر دینی اقدار کی پامالی، دینی مدارس پر پابندی اور دینی اذہان کی رسوائی حکومت کے طے شدہ پروگرام کا حصہ ہے تاکہ پاکستان میں بھی مصر، الجزائر اور ترکی جیسے حالات پیدا کئے جا سکیں۔ ہم اس طرز عمل کی شدید مذمت کرتے ہیں۔

۷۔ مالاکنڈ میں تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں پر ظالمانہ ریاستی تشدد اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ حکومت

عیسائی پاکستان میں "عیسائی ریاست" کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔

اسلام پسند تحریکات کو بہر صورت کچل کر امریکی صیہونی عزائم کی تکمیل چاہتی ہے۔ شہداء ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ مالاکنڈ میں تحریک کے گرفتار کارکنوں کو فی الفور رہا کیا جائے اور نفاذِ شریعت کے بارے میں واضح اور دو ٹوک اعلان کیا جائے۔

۸۔ کوٹ وساوا (ربوہ نزد ڈگری کالج) میں پولیس چوکی قائم کی جائے۔

۹۔ ربوہ شہر میں رات کو پولیس گشت کا مناسب انتظام کیا جائے اور نفری بڑھائی جائے۔

۱۰۔ ڈش انٹینیا کے ذریعے قادیانیت کی تبلیغ کو سرکاری سطح پر روکا جائے۔

۱۱۔ ربوہ میں سرگودھا روڈ پر قادیانیوں کی مسجد کی طرز پر نئی عبادت گاہ کی تعمیر کو فی الفور روکا جائے۔

۱۲۔ ربوہ کی کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

۱۳۔ چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دیا جائے۔

۱۴۔ روزنامہ الفضل (ربوہ) سمیت قادیانیوں کے تمام اخبارات و رسائل کا ڈیکلریشن منسوخ کیا جائے۔ اور ضیاء

- عیسائی اقلیت کو قادیانی کمیونٹی کی مکمل حمایت حاصل ہے۔
- پاکستان کی بقاء اور سر بلندی کے لئے تمام دینی جماعتیں مشترکہ لائحہ عمل تیار کریں۔

الاسلام پریس ربوہ کو سر بمہر کیا جائے۔

۱۵- ربوہ میں تجاوزات کی آڑ میں قادیانیوں سے ساز باز کر کے جن مسلمانوں کی دکانیں اور مکانات مسمار کر دیئے گئے ہیں انہیں بحال کیا جائے۔

۱۶- پنجاب میں اہم عہدوں پر قادیانیوں کی دھڑا دھڑ بھرتی اور بڑھتا ہوا سرکاری اثر و رسوخ ملک و ملت کے لئے کسی خطرناک مستقبل کی علامت ہے۔ سول اور فوج میں تمام اہم عہدوں سے قادیانیوں کو فی الفور ہٹایا جائے۔

۱۷- مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ پر قائم جھوٹے مقدمات واپس لئے جائیں۔

بقیہ از صا۴۱

"عارف" وظیفہ خوار ہو، کھاتے رہو حرام!

- کراچی کا مسئلہ ہمارا اندرونی مسئلہ ہے۔ (ایک بیان)

توہین رسالت۔ سلامت مسیح اور رحمت مسیح کا مسئلہ کیا لندن اور نیویارک کا مسئلہ تھا۔ وہ تمہارا اندرونی مسئلہ نہیں تھا؟

بقیہ از صفحہ ۵

------ اور یہ بات تجربات سے واضح ہی نہیں بلکہ ثابت ہو چکی ہے، ہندوستان میں جمہوریت دراصل ہندوینت کے فکری نظام کا نام ہے۔----- اور پاکستان میں جمہوریت قائد اعظم کی رحلت کے بعد ایک حربی قسطائیت سے قریب ہو گئی ہے۔----- فی الحال یہ تفصیل کا موقع نہیں کیونکہ سبھی نقش و نگار لوگوں کو معلوم ہیں، لیکن جو حالات درپیش ہیں ان کے پیش نظر ہم جیسے ہزاروں لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس جمہوریت سے بادشاہت اچھی اور اس بادشاہت سے آمریت اچھی جو بہمہ وجوہ بے شمار آقاؤں کی خدمت گزاری سے نجات دلاتی ہے----

آج سوچنے کی بات یہ نہیں کہ ہم جمہوریت کا تحفظ کیوں کر کر سکتے ہیں۔ آج سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم جمہوریت سے کیوں کر نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ جس میں عوام کی حیثیت تاش کے جوکر کی سی ہو گئی ہے۔

(اداریہ ہفت روزہ "چٹان" لاہور، ۲۷ ستمبر ۱۹۵۴ء)

شورش کاشمیری

اقبال

سرِ فہرست ہے تاریخ میں نامِ اقبالؒ
بالِ جبریلؑ کی جنبش ہے کلامِ اقبالؒ

دین و اخلاق کے بازار کی رونق اس سے
دعوتِ خواجۂ گیہاں ہے پیامِ اقبالؒ

رومیؒ و شبلیؒ و عطارؒ و جنیدؒ و حافظؒ
ان اکابر کے سفینوں میں ہے نامِ اقبالؒ

ان کے الفاظ و معانی کا تناسب یکساں
موجِ گل، موجِ صبا موجِ خرامِ اقبالؒ

ایشیا پھر کبھی تقدیر کا شاکی نہ رہے
گر یہاں قائم و دائم ہو نظامِ اقبالؒ

قرنِ اول کے مسلماں کبھی اٹھیں گے ضرور
محو ہوگا نہ کبھی نقشِ دوامِ اقبالؒ

رند یکجا ہوں تو پھر گردشِ دوراں کیا ہے
اک نئے دور کی بنیاد ہے جامِ اقبالؒ

جن کے افکار کی پرواز ہے لادینی تک
پھانس لیتا ہے انہیں دانۂ دامِ اقبالؒ

جوشؔ کیا چیز ہے؟ اور فیضؔ کی حیثیت کیا؟
شورشؔ اس دور میں دونوں ہیں غلامِ اقبالؒ

پروفیسر محمد سلیمان دانش

حکیم مشرق کی محفل میں چند لمحات

اس سال شب قدر پر ہم نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا، اپنے آپ کو اچانک ایک وسیع و عریض میدان میں پایا، جہاں لاکھوں انسان کسی حکم کے انتظار میں سر نیوڑھائے چپ چاپ کھڑے تھے۔
اچانک ایک غیبی آواز آئی، لوگو! آج قیامت کا دن ہے، عدالت لگ چکی ہے، آپ سب کو اپنے دنیاوی اعمال کے حساب کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔
چند لمحوں بعد فرشتوں کی ایک کثیر تعداد ہر چہار طرف سے نمودار ہوئی اور گروہ در گروہ لوگوں کے سامنے ایک ایک فرشتہ جا کھڑا ہوا۔ عجیب خوف و ہراس کا سماں تھا، لوگوں کی سراسیمگی دیدنی تھی فرشتۂ غیبی کی آواز پھر بلند ہوئی..... اے حاکمو، خانو، چودھریو، مولویو، پیرو اور دانشورو! دو دو قدم آگے آجاؤ، سب لوگوں نے فوراً تعمیل حکم کی تو فرشتے نے خطاب کیا..... اے لوگو! تم نے امت محمدی ﷺ کو خوب ذلیل و رسوا کیا ہے، کہو آج کس برتے پر میدان حشر میں حاضر ہوئے ہو، ان سب کار فرما طبقوں نے یک زبان ہو کر کہا: ہم نے تو مقدور بھر امت محمدی ﷺ کی ترقی و پیشرفت کے لئے زندگی بھر کوشش کی ہے جونہی کہ یہ بات ان کے منہ سے نکلی تو فرشتہ غضبناک ہو گیا اور اس کا سارا جسم اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی آتشیں زنجیروں اور بیڑیوں کی طرح سرخ انگارہ ہو گیا، میری تو مارے خوف کے حالت ہی غیر ہو رہی تھی، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، فرشتے نے خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا: ! آپ کے دنیاوی اعمال تو آپ کو نہ صرف انسانیت بلکہ حیوانیت سے بھی خارج کئے دے رہے تھے، کیونکہ کسی جانور نے آج تک اپنے ہم جنس زندہ جانور کا گوشت نہیں کھایا، لیکن تم نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنے ہم جنس بھائیوں کا قطرہ قطرہ خون چوسا ہے سوال یہ ہے کہ دوسروں کے جان و مال اور عزت و ناموس میں خیانت آپ نے کس دلیل پر اپنے لئے جائز کر رکھی تھی۔ کیا محض اس لئے کہ تم ایک مولوی صاحب، پیر صاحب، خان صاحب یا حاکم کہلاتے تھے یا یہ کہ وقت پیدائش کوئی خاص مُہر تمہاری پیشانی پر لگی ہوئی تھی، کیا تمہارا وجود باقیوں سے الگ تھلگ تھا، کیا باقی سب مٹی سے اور تم سونے چاندی سے بنے تھے.....؟، جب تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے امت محمدی ﷺ کی ترقی کی

کوشش کی ہے تو کیا تمہارا ضمیر تمہیں ملامت نہیں کرتا، تم نے کتنے سکول، کالج یا مکتب آباد کیے؟ کتنے ہسپتال کھولے؟ اپنے ہم وطنوں کے لئے کونسی قربانیاں دیں۔

سوائے اس کے کہ بے عمل ملاؤں اور بد کردار و بے دماغ دانشوروں کے ساتھ مل کر خود شریعت کے سانچوں میں ڈھلنے کی بجائے شریعت کو نئے نئے مغربی سانچوں میں ڈھالتے رہے سوائے اس کے تم نے اور کیا کارنامہ انجام دیا ہے.....؟

فرشتے کی اس غضب ناک اور لمبی تقریر کے اختتام پر ان لوگوں نے بے طرح چیخنا شروع کر دیا، اور رسول مقبول ﷺ کی دہائی دینے لگے، ان خواص کا حساب کتاب جاری تھا کہ ہم عامیوں کو عام معافی کا مژدہ ملا

زیر کی بفروس و حیرانی بنز

زیر کی زبلیس و حیرانی از آدم است

ہم چند دوستوں نے سیر جنت کا پروگرام بنایا سب سے پہلے شارع ابن تیمیہ کا رخ کیا پھر شارع افغانی سے ہوتے ہوئے خیابان رومی پر جا نکلے، وہیں سے معلوم ہوا کہ علامہ اقبال کے ہاں مسلم زعماء کی دعوت ہے سب لوگ وہاں جمع ہیں۔ موقع کو غنیمت جان کر خضر راہ کے ہمراہ ہم لوگ جاوید منزل جا پہنچے، وہاں کا نظارہ ہی کچھ اور تھا۔ کہیں صبح کہیں شام کا سماں اور کہیں بہار اور کہیں خزاں کا منظر! گرمی کے ساتھ سردی ہم آغوش تھی، اسی لئے ہر رنگ اور ہر موسم کے پھل وہاں کے ہر باسی کے لئے کام و دہن کی آزمائش بنے ہوئے تھے۔

اندر اقبال ہال میں ایک محفل مذاکرہ منعقد ہو رہی تھی، موضوع تھا "امت محمدی کے زوال و اسباب" ہر دور اور ہر ملک کے مسلم مفکرین اور مصلحین جمع تھے۔ ہم تو چند ایک کو پہچان سکے، علامہ اقبال صدارت فرما رہے تھے۔

بیشتر لوگ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کر چکے تھے، جنہیں نہ سن سکنے کا بڑا قلق ہوا، اتنے میں امام ابن تیمیہ کا نام پکارا گیا، آپ نے عالمانہ شان اور مجاہدانہ انداز سے عربی میں داد خطابت دی۔ عربی زبان سے ہماری ناواقفی یہاں بھی ہمارے آڑے آئی، اور کچھ پلے نہ پڑا، البتہ عربی داں حضرات کو سراپا داد دیتے ہوئے دیکھا، ایک شناسا نے استفسار پر بتایا کہ امام صاحب کے خیال میں امت مرحوم بدعات و موہومات میں کھو کر فتنوں کا شکار ہوئی، اس سے بحیثیت مجموعی امت کے ذوقِ تحقیق و تجسس کو سخت دھچکا لگا اور نتیجتاً اس کی زندگی کے سوتے خشک ہو گئے۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ امت روایات میں کھو گئی

امام عالی مقام کے بعد مولانا جلال الدین رومی عصا تھامے رونق افزائے منبر ہوئے، علامہ اقبال نے بڑھ کر ہاتھ چومے تو تمام اہل محفل پر رقت طاری ہو گئی، آپ نے ایک طویل مثنوی کے ذریعہ موضوع زیر بحث پر اپنے خیالات پیش کئے ساری تقریر کا خلاصہ خود ہی آخر میں ایک شعر میں یوں پیش کیا۔

ہر ہلاک امت بیشنیں کہ بود
زانکہ برصندل گمان بُر عود

کئی اور مقررین کے بعد آخری مقرر سید جمال الدین افغانی کا نام پکارا گیا، آپ نے وقت کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے چند جملوں میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

اسلام کی ذلت اور بدبختی کی تمام ترذمہ داری علماء سوا اور ظالم حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے ان دو طبقوں نے دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا، اور اسلام سے کوسوں دور جا پڑے، بجائے اس کے کہ دین کو عقل و منطق کا لباس پہنائیں عقل و منطق سے مطالبہ کرتے رہے کہ وہ ان کے خود ساختہ دین کے ساتھ مطابقت کرے، اسی لئے آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے، اگر یہ لوگ قرآن کو بنائے اتحاد بنا کر اتحاد عالم اسلام کے لئے سعی وجہد کرتے تو امت مسلمہ اس انجام بد سے دوچار ہرگز نہ ہوتی۔

سید افغانی نے صورت حال کا جس صدق و سوز کے ساتھ تجزیہ کیا، اس سے سب ہی متاثر نظر آئے۔

اس کے بعد علامہ اقبال نے مائک سنبھالا سب لوگ سراپا ہوش اور ہمہ تن گوش ہو گئے آپ نے مختلف مفکرین و مصلحین کے خیالات اور ان کے اخذ کردہ نتائج کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے فرمایا:۔

اگر ہم قوموں اور ملتوں کے عروج و زوال کے اسباب پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ جس قوم نے بھی بلا روک ٹوک غور و فکر سے کام لیا اور اپنے لئے ایک مستقل نظریۂ حیات اختیار کیا وہی قوم زندگی کے میدان میں سیادت و راہنمائی کے منصب پر فائز ہوئی۔ نظریئے کی مالک قوم خوفناک حوادث سے ہمیشہ محفوظ رہی،

اس کے برعکس جس قوم کی فکر خرافات و موہومات کی زنجیروں میں جکڑی رہی جو عقل و شعور پر لعنت بھیجتی رہی اور بے سروپا بلکہ پادر ہوا باتوں پر کان دھرتی رہی اور ہر نادان سبکسر کی باتوں کو وحی منزل یا فرمودۂ نبی مرسل کا درجہ دیتی رہی، ایسی قوم عرصۂ حیات میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکی اگر کچھ دیر زندہ رہی بھی تو تنگی و فلاکت اور غربت نکبت اس کا مقدر رہی، ایسی قوم کے نوجوان ساری قوموں کی نظروں میں خوار و زبوں بلکہ اپنے ہی ہم وطنوں کے نزدیک ملوم و مطعون رہے، یہ نوجوان سوائے خواب و خور کے اور کچھ نہیں جانتے تھے اور سوائے حسرت و تاسف کے ان کے پاس اور کوئی ذخیرہ نہ تھا۔

جو قوم کوئی نظریہ لے کر اٹھی ہو، وہی دریاؤں کے دل دہلاتی اور اپنی ٹھوکروں سے صحراؤں کے جگر چاک کرتی رہی، فطرت کے مقاصد کی نگہبانی ایسی ہی قوم کے سپرد رہی، جو قوم حریت فکر کے جوہر سے محروم ہو وہ سونے چاندی کے ذخائر پر سے گزرتی رہتی ہے، درآنحالیکہ وہ قوت لایموت کو ترس رہی ہوتی ہے۔

جو قومیں شرافت و بزرگی کی بلندیوں تک نہ پہنچیں انہوں نے صحیح تنقید کو ہمیشہ اپنی خوش بختی اور خوشحالی کے لئے ایک موثر عمل جانا اور ہمدردانہ تنقید سننے کے لئے ہمیشہ اپنے کانوں کو کھلا رکھا۔

البتہ جن قوموں کے لئے بدبختی اور ذلت مقدر ہو چکی تھی وہ صحیح تنقید کو سننے کی صلاحیت ہی سے

محروم رہیں بلکہ انہوں نے تنقید کو از قسم ٹھٹھا اور مخول جانا اور اپنے اصلی خیر خواہوں کو جو اپنا قیمتی وقت اور صلاحیتیں اہل وطن کی رہنمائی اور بھلائی میں صرف کرتے رہے، اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قومیں اپنی جہالت پر قائم رہیں، اس لئے کہ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جب تک آدمی اپنی کوتاہیوں سے باخبر نہ ہو، اپنی اصلاح پر آمادہ ہو ہی نہیں سکتا۔

حریت فکر کے فقدان کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال نے مغربی تصور قومیت کو ملت اسلامیہ کے لئے سم قاتل قرار دیا، علامہ کے نزدیک وطنی قومیت نے مسلمانوں کی سیاسی قوت اور تہذیبی برتری کو ایک ہی وار سے فنا کے گھاٹ اتار دیا، انہی کی زبان سے سنئیے:۔

اس وقت قوم و وطن کے تصور نے مسلمانوں کی نگاہوں کو نسل اور خون کے امتیازات میں الجھا رکھا اور اس طرح اسلام انسانیت کے میدان سے عملاً خارج رہا۔ یہ نسلی احساسات ترقی کرتے کرتے ان اصول و قواعد کے محرک ہوئے جو تعلیمات اسلامی کے بالکل مخالف ہی نہیں بلکہ ان سے بالکل متضاد تھے۔

میں نے مسلمانوں کو بہت سمجھایا کہ تصور قومیت محض ایک نظری مسئلہ نہیں بلکہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس سے بطور ایک دستور حیات اور نظام عمل کے اسلام کی ساری کائنات متاثر ہو گی، میرے نزدیک اسلام پر ابتلاء و آزمائش کا کبھی ایسا سخت وقت نہ آیا تھا، جیسا کہ اس ملحدانہ مادیت پر مبنی فلسفہ کو اپنانے سے آیا۔ ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا اور مسلمانوں کو اپنی نظم اور نثر کے ذریعہ سکھانے کی بھر پور کوشش کی وہ یہ تھا کہ آڑے وقتوں میں اسلام ہی نے مسلمانوں کی زندگی کو قائم رکھا، مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔ اگر مسلمان اپنی نگاہیں بیسویں صدی میں پھر اسلام پر جما دیتے اور اس کے زندگی بخش تخیل سے متاثر ہوتے تو ان کی منتشر اور پراگندہ قوتیں از سر نو جمع ہو جاتیں، اور ان کا وجود ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہو جاتا۔ قرآن مجید کی ایک نہایت معنی خیز آیت ہے، ہمارے نزدیک ایک پوری ملت کی موت و حیات کا سوال ایسا ہی ہے جیسے ایک نفس واحدہ کا، پھر کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم مسلمان جو بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے تھے کہ یہ ہمیں تھے جو سب سے پہلے انسانیت کے اس بلند و ارفع تصور پر عمل پیرا ہوئے۔ ایک اور ایک نفس واحد کی طرح زندہ رہے۔

سو افسوس کہ ان سادہ لوحوں کو اس نظریہ قومیت کے لوازم اور عواقب کی پوری حقیقت معلوم نہ ہو سکی۔ بعض مسلمان اس فریب میں مبتلا تھے کہ دین اور وطنی و لسانی قومیت ایک سیاسی تصور کے طور پر یکجا رہ سکتے ہیں میں نے لاکھ انتباہ کیا کہ اس راہ کا آخری مرحلہ اوّل تو لادینی ہو گی اور اگر لادینی نہیں تو اسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پرواہی! مگر ان لوگوں نے میری آواز کو بھی محض ایک شاعر کی آواز سمجھا اور فرنگیوں کے بچھائے ہوئے اس دام ہم رنگ زمیں میں گرفتار ہوتے چلے گئے۔

من اے میرِ اُمم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند

بقیہ صـ ۲۷ پر

پروفیسر عابد صدیق

اسلامی ثقافت، اردو شاعری اور اقبال

ثقافت کا لغوی مطلب زیرکی اور دانائی میں غالب ہونا ہے۔ ایک دوسرا مطلب نیزوں کو سیدھا اور درست کرنا اور ہتھیاروں سے کھیلنا ہے۔ تیسرا مطلب کامیاب و فتح مند ہونا ہے۔ لیکن اب ثقافت کا لفظ جن وسیع معانی میں استعمال ہوتا ہے ان میں اگرچہ اُن بنیادی مطالب یعنی عقل و دانائی میں بالادستی، حربی فنون میں برتری اور مجموعی طور پر کامیابی و کامرانی سب کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ تاہم اب اس کے معانی کی وسعت تمام شعبہ ہائے زندگی میں کسی قوم کے تفوق اور برتری کے نقوش کو محیط ہے۔ اور اس میں طرزِ بودوباش، وضع و لباس، رسم و رواج، قومی دلچسپیاں اور ان کے مظاہر، سماجی و عقلی علوم میں کسی قوم کا منفرد زاویہ نظر اور زندگی میں اس کے نفوذ و ظہور کی عملی شکلیں، فنونِ لطیفہ میں قومی مزاج اور فکر و عمل کی نمود اور زندگی کی ہر سطح پر نمودار ہونے والے وہ آثار جو کسی قوم کے تشخص اور انفرادیت کی کامیابی سے نشان دہی کرتے ہوں۔ سب ثقافت کی ذیل میں آتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی ثقافت سے مسلم معاشرے میں تہذیب و تمدن کے وہ تمام آثار و نقوش مراد ہوں گے جو ہر شعبۂ زندگی میں اور ہر سطح پر اس طرح نمودار ہوں کہ ان کا وجود اسلامی نظریۂ حیات کی برتری، تفوق، فتح مندی اور کامیابی کی دلیل ہو۔ ایک بات کی وضاحت یہاں بہت ضروری ہے کہ ثقافت کے مفہوم میں تفوق، برتری، غلبہ اور فتح مندی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر مشتمل کسی آبادی میں اگر اسلام کی بجائے کسی اور مذہب اور نظریۂ حیات کو ان کی عملی زندگی میں برتری حاصل ہوگی تو ہم اس آبادی یا سوسائٹی کے رسم و رواج اور رہن سہن کو اسلامی ثقافت کا مظہر ہرگز نہیں کہہ سکیں گے۔ خواہ وہ لوگ خود کو اسلام کے کتنے بڑے اور سچے مدعی کیوں نہ سمجھتے ہوں۔

اب شاعری کی طرف آئیے، شاعری الفاظ کے ذریعے احساسات کی حسین ترجمانی کا نام ہے۔ گویا شاعری ایک ایسا فن ہے جس میں ذریعۂ اظہار..... لفظ ہوگا۔ نفسِ اظہار (یا اسلوب)...... حسین ہوگا اور ظہور احساسات کا ہوگا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ احساس تجربے اور خیال دونوں کو محیط ہے۔

جب ہم فنِ شاعری اور ثقافت کے رشتوں پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ذریعۂ اظہار..... یعنی الفاظ اور نفسِ اظہار یعنی اسلوب سے ثقافت کا براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں فنِ شاعری کے مخصوص لوازم ہیں۔ البتہ ظہور کا تعلق واضح طور پر ثقافت سے ہے۔ یعنی وہ احساسات جن کی ترجمانی شاعری کا منصب ہے۔ شاعری کو ثقافت سے وابستہ کرتے ہیں۔ ذریعہ اور اسلوب نہیں۔

لیکن ابھی ایک سوال باقی ہے کہ فنِ شاعری میں کسی ثقافت کے ظہور اور نمود کی شکل کیا ہوتی ہے؟

اس سوال کا جواب دینا اس لئے ضروری ہے کہ جب ہم کسی ثقافت کو کسی مذہب کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو بہت جلد ایک مغالطے کا شکار ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اس مذہب کے عقائد کی تشریح و توضیح یا تبلیغ کے مقاصد کے لئے لکھی جانے والی تحریریں اس ثقافت کا مظہر ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مذہب کے اثرات ثقافت پر بہت گہرے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اثر ایک ہی دن میں نہیں پڑ جاتا۔ بلکہ اس میں ایک تدریج کارفرما ہوتی ہے۔ عقائد، اعمال کے متقاضی ہوتے ہیں۔ اور جب وہ اعمال کسی مذہب کے ماننے والوں کا وظیفۂ زندگی بن جائیں اور معاشرتی حقائق کی صورت میں زندگی کی ہر سطح پر جلوہ نما ہوجائیں تو وہ ثقافت پیدا ہوگی جس کی بنیاد مذہب فراہم کرتا ہے۔

اس کی وضاحت کیلئے صرف ایک مثال کافی ہے، ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ آخرت پر ایمان لانا ہے۔ آخرت پر ایمان کے اس عقیدے سے ان کی زندگیوں میں یہ اثر ہوا کہ ان کے مزاج میں دنیا اور اس کے مافیہ کی طرف بے توجہی اور بے رغبتی پیدا ہوگئی۔ جس سے ایک طرف یہود و ہنود کی طرح حریصانہ مال اندوزی، مسلمانوں کا قومی کردار نہ بن سکی۔ دوسری طرف فیاضی اور داد و دہش کے جو ان گنت واقعات مسلمانوں کی تاریخ میں بکھرے پڑے ہیں وہ بھی اسی سبب سے ہیں۔ گویا اس عقیدے کی وجہ سے حرص و بخل سے گریز اور فیاضی مسلمانوں کا قومی یا ملی کردار بن گئی۔ اس معاشرتی طرزِ احساس کی عکاسی اور ترجمانی تو ادب کا منصب ہے لیکن عقیدہ آخرت کی براہ راست تفسیر و توضیح پر مشتمل تحریروں کو ادب یا شاعری سے متعلق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ گویا یہ بات واضح ہوگئی کہ مذہبی معتقدات کے اثرات سے عملی زندگی میں پیدا ہونے والے طرزِ احساس کا اظہار تو شاعری میں ثقافت کی نمائندگی کرے گا لیکن خود ان معتقدات کی تشریح شاعری کا منصب نہیں ہوگی۔

وہ سوال ابھی باقی ہے کہ اگر عقائد کی تشریح شاعری کا منصب یا موضوع نہیں ہوگی تو پھر ادب میں ثقافت کے ظہور اور نمود کی شکل کیا ہوگی؟ اس کے جواب کے لئے جب ہم مختلف قوموں اور زبانوں کے ادبِ عالیہ پر استقرائی طریق سے تخریجِ اصول کی غرض سے نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور کا ادب فن میں، مبادیات میں، تعبیر و تمثیل استعارہ اور کنایہ وغیرہ کے استعمال کے سلسلہ میں ایک ایسے تمثال خانے کا حامل ہے جو متعلقہ قوم کے شاندار ماضی میں بکھرے ہوئے ان کے تہذیبی نقوش سے ترتیب پاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس شاندار ماضی کی تعریفیت مشتبہ ہوتی ہے تو نیم تاریخی، اساطیری اور دیومالائی حوالوں پر تکیہ کرلیا جاتا ہے۔ تصوراتی پیکروں کے ان نگار خانوں سے استعارے لانے کی وجہ سے جہاں ادب کو ایک شاندار تہذیب کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے وہاں یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ ادب کسی ایک زمانے سے مخصوص نہیں رہتا۔ بلکہ اس میں بے پناہ زمانی وسعت پیدا ہوجانے کے سبب وہ ایسی صداقتوں کا امین ہوجاتا ہے جو انسانی عقل و دانش اور تجربہ و واردات کے تسلسل سے صدیوں سے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ کلاسیکی ادب کی عظمت میں منجملہ دیگر امور کے یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ادب میں کسی ثقافت کی نمائندگی کا سراغ لگانے کیلئے ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ اس کے تصوراتی پیکروں کے نگار خانے یا استعارات و علامات کے تمثال خانے میں اس ثقافت کے نقوش کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ اگر کسی تہذیب و تمدن کی عظمت و شوکت کے آثار و نقوش، ادب میں استعمال ہونے والے علائم و استعارات کے سرچشمے کی آبیاری کرتے ہیں تو ہم یہ کہہ سکیں گے کہ وہ ادب اس ثقافت کا آئینہ دار اور مظہر ہے۔

ان ضروری مباحث کے بعد جب ہم اس غرض سے اردو زبان کے شعری سرمائے پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان احساسات کی ترجمانی جو اسلامی معاشرے کے تہذیبی خدوخال کی نمائندگی کرتے ہوں اردو شاعری میں بہت کمیاب ہے۔ اسلامی تہذیب اور اس سے وابستہ احساسات کی ترجمانی اردو شاعری میں ایک عرصے تک نہ ہونے کے برابر رہی۔ باوجودیکہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر اردو زبان کے تمام بڑے شاعر مسلمان ہی تھے۔ اس افسوس ناک صورتحال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اردو شاعری فارسی شاعری کے زیرِ اثر پروان چڑھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عجمی تہذیب کے نقوش استعاروں کی شکل میں اردو شاعری کا ورثہ قرار پائے اور روایت کا حصہ بن گئے۔ چنانچہ تمام اصنافِ شاعری میں مجموعی فضا اور غالب رجحانات کے حوالے سے جب ہم اس نقطۂ نظر سے شاعری کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ (مثلاً) غزل میں رقیب کا تصور اور زنِ بازاری کا محبوب ہو جانا غیرت کی پامالی اور عفت و حیا کے جس فقدان کا مظہر ہیں اسلامی تہذیب ان کے وجود کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ خواتین کی زیب و زینت کی ہر ہر تفصیل کے ذکر سے لذت کوشی و ہوسناکی کو سرمایۂ فراور زہد و پاکبازی کو محلِ تہمت سمجھنا کسی عام شریفانہ ضابطۂ حیات میں بھی مستحسن نہیں۔ چہ جائیکہ اسلامی ثقافت سے اس کا کوئی تعلق ہوتا۔

عشقیہ مثنویوں میں اگرچہ زنِ بازاری کا ذکر کم اور بقول حکیم مومن خان مومن "عشقِ پردہ نشیں" کا ذکر زیادہ ہے۔ لیکن ملاقات کی گھاتوں، قرب و وصال کی تفاصیل، اور عمومی معاشرتی فضا کی وجہ سے یہ مثنویاں بھی ہمارے مقصد کے لئے مفید نہیں۔ امرد پرستی کے عام رجحان اور اس وقت کے مخصوص موضوعات کے علاوہ جنسی لذتیت اور اخلاقی پستی و بے راہ روی کی بدترین مثال اردو شاعری کا حصہ ہے۔ جسے ہم ریختی کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس معاملے میں فارسی شاعری بھی اردو کا مقابلہ نہ کر سکی۔ جس کی گود میں اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ گویا........ پدر نتواں کردو پسر ش تمام کرد! دنیا کی کسی زبان کے ادب میں یہ "معاشرتی قدر" اس طرح نمایاں نہیں ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان معاشرتی اقدار اور اسلامی ثقافت میں بُعد المشرقین ہے۔

اردو شاعری کے ان موضوعات، رجحانات اور عمومی فضا کے اس جائزے میں ہم نے اب تک کئی اصناف اور ادیبوں کا ذکر نہیں کیا۔ مثلاً اخلاقی و متصوفانہ شاعری، مذہبی و نعتیہ شاعری وغیرہ۔ صوفیانہ شاعری کے بڑے حصے کا عالم یہ ہے کہ عجمی تصوف کی لہر اور ہندوستان کی بھگتی تحریک کے پیوند کے زیرِ اثر کچھ ایسی اخلاقی قدروں کا ذکر موجود ہے جس سے معاملات کی سطح پر ایک ایسی رواداری کا درس ملتا ہے جو بے حمیتی

کے مترادف ہے۔ اور تجربے کے بعد اس کا مرکزی نقطہ یہ نظر آتا ہے کہ اپنے انفرادی اور قومی تشخص اور ملی وجود کے احساس کو ترک کر دینے کا نام خوش اخلاقی ہے۔ جو پر امن بقاءِ باہمی اور وسیع تر انسانی برادری کے تصور کے لئے ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ احساسات و افکار کی سطح پر اردو شاعری کا یہ سارا مافیہ بھی اسلامی ثقافت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔

یہاں تک کہ مذہبی شاعری یعنی مرثیہ نگاری اور نعتیہ شاعری کے بیشتر سرمائے میں بھی ہمیں صرف تحریف شدہ اور مخلوط عقائد سے پیدا ہونے والے معاشرتی طرزِ احساس کی ترجمانی تو مل جاتی ہے۔ لیکن اسلام ایک فعال تمدنی حقیقت ہونے کی حیثیت سے اردو شاعری کے اس حصّے میں بھی نمایاں نہیں ہوتا. ہندوستان کے قدیم اور معاصر مذاہب کے زیر اثر تشکیل پانے والے معاشرے کے ساتھ اسلامی معاشرتی اقدا کے مخلوط ہوجانے کے سبب ان خالصتاً مذہبی اصناف کے مافیہ میں بھی ثقافت کے نقطۂ نظر سے اسلام سے بہت بُعد پیدا ہوگیا۔ مثلاً مرثیوں میں رخصت اور شہادت کے وقت جو مناظر جذبات نگاری کے عنوان سے نظم ہوئے ہیں وہ ہندی خواتین کے سے بین و بکا، طعنوں اور کوسنوں کا نقشہ تو واقعی پیش کرتے ہیں لیکن قرنِ اوّل کی ان عظیم مسلم خواتین کی جلالت و وقار، تحمل و تمکین اور عزم و شوقِ جہاد سے ان کو دور سے واسطہ بھی نہیں۔ خواہ اسے گریہ آفرینی کے مقدس مقصد کے حصول کی غرض سے مقامی رنگ کی آمیزش کہہ کر اس کیلئے جواز کیوں نہ تلاش کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ قرنِ اوّل کے عظیم مسلمانوں (رضی اللہ عنھم اجمعین) کے معاشرے کی عظمت کی کوئی تصویر اور برتری کا کوئی نقش اس شعری سرمائے میں بھی نہیں ابھرتا۔

حالی، شبلی، اکبر اور دوسرے شعراء کی بہت سی نظمیں ہماری ملی شاعری میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن ان کا موضوع چونکہ اسلام اور اہلِ اسلام کی زبوں حالی ہے۔ اس لیے ان کو اسلامی ثقافت سے تضاد کی نسبت حاصل ہے کہ بجائے اسلام کے تفوق اور برتری کے ان نظموں سے اہل اسلام کی ذلت اور خواری کا نقش ابھرتا ہے۔ جس سے خود اسلام کی عظمت میں کلام کا پہلو اور شک کی گنجائش نکلتی ہے۔ اس طرح اگر تاریخ کو منظوم کر کے خدمت اسلام کی جائے تو مقصود چونکہ شاعری کی بجائے تاریخ نگاری ہوگا اسلئے ایسی تمام کوششیں بھی ہمارے مقصد کے لئے مفید نہیں۔ ٹی ایس ایلیٹ اسے آثار قدیمہ سے دلچسپی اور قدامت شناسی کہتا ہے۔

اسی طرح چند واقعی نہایت اعلیٰ درجے کی نعتوں کو چھوڑ کر نعتیہ شاعری کے بیشتر حصے میں زیارتِ مدینہ کا شوق اس وقت محض ایک بے روح رٹ معلوم ہونے لگتا ہے جب رسول اللہ ﷺ کے مبارک سراپا کا ذکر اسی انداز میں کیا جاتا ہے جو غزل میں محبوب کے چشم و ابرو، اور عارض و گیسو کیلئے معروف و متداول ہے۔ مثلاً آنکھوں سے پلانے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شوقِ دیدار کا اظہار کچھ یوں ہوتا ہے کہ میر صاحب کے شوقِ "رخِ نکو" میں اور اس میں زیادہ فاصلہ نہیں رہ جاتا۔ آپ ﷺ کو ساقی اسی طرح کہا جاتا ہے جیسے (مثلاً) غزل میں

یادش بخیر پیرِ مغاں کا ذکر ہو۔ یہ سب کچھ ہمارے خیال میں زبانی گستاخی اور شقاوت کا مظاہرہ ہے۔ یوں اس کا نعتِ رسول ﷺ سے کیا تعلق ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ساری شاعری میں بشمول صوفیانہ شاعری کے اسالیب بیان اور استعاراتی تشکیلات کے پس منظر کے اعتبار سے محلِ حوالہ کے طور پر ہی تہذیب کے جو نقوش ابھرتے ہیں وہ خالصتاً عجمی و مجوسی تہذیب ہے۔ ساقی، شراب، پیر مغاں، مُغ بچے، غلام، دیر کنشت، جام، مینا، خُم، وغیرہ کو، کہ جن کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے، اسلامی تہذیب کے عظمت و شوکت اور تفوق و برتری کے نقوش کیسے کہا جاسکتا ہے۔ طرفہ یہ کہ بالآخر "حیلۂ صوفیانہ" سے کام لے کر ان سب استعارات کو ان کے مالہٗ و ماعلیہ سمیت کچھ یوں مشرف باسلام کیا گیا کہ شراب سے مراد شرابِ معرفت ہے، مستی سے مراد عرفان ہے، ساقی سے مراد خود ذاتِ باری ہے۔ پیر مغاں سے مراد ہادیٔ و مرشد ہے وغیرہ۔ گویا ان مجازات کے مصداق بدل دیئے گئے لیکن مروجہ مجازات میں تبدیلی گوارا نہ کی گئی۔ بلکہ بادہ و ساغر کہے بغیر بات نہ بننے کا اعتراف کر کے اپنے حسابوں جنت اور اسلام کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔ یہ عذر گناہ بدتراز گناہ ہے۔

اردو شاعری کی ابتدا سے بیسویں صدی کے اوائل تک ہمیں کوئی ایک شاعر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کی شاعری میں اسلامی ثقافت کی بھرپور نمائندگی ملتی ہو۔ البتہ رباعیات و قطعات کی شکل میں ایک نہایت مختصر حصہ اردو شاعری کا ایسا ہے جس میں جزوی طور پر اسلامی ثقافت کے آثار اس حد تک ملتے ہیں کہ انہیں اسلامی ضابطۂ اخلاق سے متعلق کہا جاسکتا ہے۔ لیکن استعاراتی تشکیلات کا معاملہ یہاں بھی وہی ہے۔

اسلامی طرز حیات اور اسلامی ثقافت کی بھرپور تصویر ہمیں صرف اقبال کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ اگرچہ اس کے ہاں بھی شراب و شیشہ اور ساقی و خم خانہ وغیرہ قسم کے الفاظ قابلِ لحاظ حد تک کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات اس لئے ہمارے مقصد کے منافی نہیں کہ ان لفظوں کے ساتھ وابستہ عجمی روایت کو اس کی شاعری کے فکری باطن میں برتری اور تفوق کی نسبت ہرگز حاصل نہیں۔ وہ ان الفاظ کو استعمال کرنے کے باوجود ماضی کے شعراء کے ساتھ "ہم زبانی" کا رشتہ نہیں رکھتا۔ بلکہ اسلامی ثقافت کے امین مسلم مفکرین اور ادبا کے ساتھ ہمدلی کا رشتہ رکھتا ہے اور بقول مولانا رومی

ہمدلی از ہم زبانی بہتر است

وہ یہ کہہ کر کہ

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الٰہ الا
لغتِ غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

الفاظ کے استعمال کے سلسلہ میں اپنا موقف ظاہر کرتا ہے۔ اور ان تمام الفاظ کے پیچھے معانی کی روح کے طور پر قلبِ مومن کے ایقان کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اور جب اس کے بغیر لاالٰہ الا بھی اس کے نزدیک "لغتِ غریب" ہے تو عجمی روایت کے امین الفاظ و استعارات کس گنتی و شمار میں ہیں۔ وہ کہتا ہے

کوئی دلکشا صدا ہو عجمی ہو یا کہ تازی

وہ الفاظ و استعارات کو برتنے کے سلسلے میں ان کی دلکشائی کا قائل ہے وہ الفاظ کو صدف اور جس نظریئے کی آب و تاب ظاہر کرنے کے لئے وہ الفاظ استعمال ہوں اُسے گوہر قرار دیتا ہے۔

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گوہر سے

یوں وہ ان الفاظ کو استعمال کرنے کے باوجود ان کے معنوی باطن پر نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اقبال کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ عجمی روایت کے نظام علامات اور استعاراتی تشکیلات کے تمثال خانے کے مقابلے میں اس نے خالصتاً عظیم اسلامی تہذیب کے درخشاں نقوش و آثار سے اپنے علائم اور استعارے اخذ کیے۔ یہ بات بظاہر کسی ایک آدمی کے بس کی معلوم نہیں ہوتی کہ وہ اسالیب بیان کی صدیوں پر محیط پوری روایت کو ناقابلِ اعتنا قرار دیکر صرف چند سالوں میں اپنی استعاراتی تشکیلات کے لئے تصوراتی پیکروں کا ایک ایسا متبادل نگار خانہ فراہم کرے جو جلیل تر اور جمیل تر ہو۔ لیکن اقبال کے ہاتھوں یہ انہونی ہو گئی۔ دنیا بھر کی تمام زبانوں کے جملہ ادبی سرمائے میں یہ واقعہ اس سے پہلے نہ ہوا تھا کہ تنہا کسی ایک فنکار نے صدیوں سے مروج روایت کے متوازی ایک عظیم تر روایت کی نہ صرف بنیاد رکھی ہو بلکہ اُسے اس طرح مستحکم بھی کر دیا ہو۔ اور کسی قوم کی تاریخی عظمت و شوکت کے نقوش سے مزین ایک نیا تمثال خانہ دریافت کر کے پہلی روایت کے طلسم کو توڑ دیا ہو۔

اسلامی تہذیب کے زریں دور کی عظمت، برتری، تفوق، غلبہ اور کامیابی کے آثار یعنی اسلامی ثقافت کی نمائندگی کا مظہر دیکھنے کے لئے اقبال کے کلام پر سرسری نظر بھی ڈالئے تو آپ محسوس کریں گے کہ اسے عدالتِ نوشیروانی سے عدالتِ فاروقی کا ذکر زیادہ مرغوب ہے۔ وہ فقرِ بوذر اور صدقِ سلیمان کا ذکر کرتا ہے۔ اسے جامِ جمشید سے زیادہ طارق بن زیاد کی کشتیوں اور عقبہ بن نافع کے گھوڑے کے ذکر سے دلچسپی ہے۔ وہ بدر و حنین کا ذکر کرتا ہے۔ وہ دلِ مصطفےٰ ﷺ اور دمِ جبرائیل کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ اسے دلقِ اویس اور چادرِ زہرا، نانِ جویں، اور بازوئے حیدر، سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی اور صحرائے عرب کے شتربانوں کا تذکرہ پسند ہے۔ یہاں تک کہ بھیڑ بکریاں چرانے، جسے ہم کوئی بڑا کام نہیں سمجھتے اقبال اسے نہایت اہم معاشرتی قدر قرار دیتے ہوئے انبیاء کی تربیت میں اس پیشہ کا مقام یہ کہہ کر واضح کرتا ہے کہ

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

ناقہ و عماری، حُدی و ساربان، خلیل و نمرود، محمود و ایاز، غرض اسلام کی عظمت و شوکت کے بے شمار اشارے اقبال کے کلام میں ہر جگہ یوں بکھرے نظر آتے ہیں کہ واقعی قومِ رسولِ ہاشمی کا ترکیب میں خاص ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس تمام اشارات و علائم کی فہرست بنانا مقصود نہیں، صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اقبال وہ واحد شاعر ہے جس کے کلام کو ثقافتِ اسلامی کا مظہر قرار دیا جا سکتا ہے۔

بازگشت

شورش کاشمیری

جمہوریت، اقوال کی خوشنمائی، اعمال کی سیاہ دلی

فلاں چیز ہمارا جمہوری حق ہے، فلاں چیز جمہوریت کے منافی ہے یہ اور ایسے فقرے ہم آئے دن بولتے، لکھتے، پڑھتے اور سنتے ہیں۔۔۔۔ لیکن کبھی کبھار متعلقہ احوال و ظروف کی سنگینی بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے، کہ جمہوریت میں فی الحقیقت حسن و خوبی کا کوئی پہلو ہے بھی یا نہیں؟ کیا جمہوریت کے بغیر انسانی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا، کیا جمہوریت کے نام پر ہم جو حقوق مانگتے ہیں، وہ جائز ہوتے ہیں کیا جمہوریت فرد اور معاشرہ میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا بہترین واسطہ ہے۔۔۔۔؟ لیکن جب ہم جمہوریت کا اس کے خط و خال سمیت مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا ذہن مختلف تصوّرات کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور ہم سوچنے لگتے ہیں کہ جمہوریت کی لفظی خوشنمائی، معنی لفظی خوشنمائی ہی تو نہیں۔۔۔۔؟

فی زمانہ بادشاہت کو قدیم الایّام کا بد ترین طرز حکومت کہا جاتا ہے۔ لیکن جب انسانی فکر جمہوریت کے بیشتر برگ و بار کا جائزہ لیتی ہے تو ایک فلسفی کے نقطہ نگاہ کے مطابق کبھی کبھار گمان ہونے لگتا ہے کہ کہیں یہ "منظم ڈکیتی" تو نہیں۔۔۔ بظاہر یہ الفاظ بڑے سخت ہیں لیکن جن ملکوں میں جمہوریت "چلتی" ہے وہاں جمہوریت کسی طرح بھی طبقاتی بادشاہت سے کم نہیں۔۔۔ بلکہ بادشاہت میں تو ایک خاندان اور اس کے چند سو گنے بندھے داد عیش طلب کرتے ہیں، لیکن جمہوریت میں ایک خاص گروہ، عوام کی رگ جان کے لئے دشنہ و خنجر ڈھالتا رہتا ہے۔۔۔۔

جن مغربی اقوام نے، جمہوریت میں امتیاز حاصل کیا ہے۔ ان کا تہذیبی معاشرتی، تعلیمی اور فکری ڈھانچہ اس سے مطابق رکھتا ہے لیکن مشرقی ملکوں کا مزاج حقیقتاً اس کے خلاف ہے۔ ہم لوگ مدتوں نو آبادیوں کے زمرہ میں رہے ہیں ہمیں جو کچھ ملا، وہ حاکمیت کی ضرورت کے تابع تھا یا پھر اس جماعت کی وساطت سے جس کا وجود حاکمیت کی تعلیم و تہذیب کا مرہون ہے۔۔۔۔ ایک قوم یا ایک ملک کی حیثیت سے ہمارے لئے جمہوریت اتنی ہی اجنبی ہے جتنا حکمران اجنبی تھے۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسلمان مفکرین کے نزدیک، مشرق میں جمہوریت کا وجود ہمیشہ غور و فکر اور نقد و بحث کی زد میں رہا ہے۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ تو اس جمہوریت و آشوب دوراں کہا کرتے تھے۔۔۔۔ ان کے نزدیک یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں بندوں کو تولتے نہیں گنتے ہیں۔

قائد اعظم نے ایک دفعہ مہاتما گاندھی کے کسی بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں یہ ماننے سے انکار کرتا ہوں کہ ہندوستان میں یورپی جمہوریت کارگر ہو سکتی ہے۔" (بقیہ صفحہ ۴۷ پر)

ایس ایس بخاری افسانہ

نیا آسماں

آنے والا ہر لمحہ پہلے لمحے کو شکست دیتا ہوا کسی فاتح کی طرح آگے بڑھ رہا ہے اور یوں رات رفتہ رفتہ بیت رہی ہے کہ اسے تو بہر حال بیتنا ہے۔ اور میں شب کے اس سناٹے میں اپنی چارپائی پر لیٹا آسمان کی بے کراں وسعتوں پر جھلملاتے ستاروں کو یونہی تکے جا رہا ہوں۔ یونہی۔ بغیر سوچے سمجھے۔ بلاارادہ۔ کیا میں بھی اس منظر، اس ماحول کا حصہ ہوں؟ یا نہیں ہوں؟ میں انجان بن کر سوچتا ہوں۔ یہ سوچنا مجھے عجیب لگ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں اپنے آپکو کھوج رہا ہوں۔ اور یوں لگتا ہے جیسے اطمینان کی ایک لہر ہے جو وقفے وقفے سے میرے وجود میں دوڑ رہی ہے۔ یہ کیا؟ میں سوچتا ہوں۔ نہیں سوچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور مجھے آج دن کا واقعہ یاد آتا ہے اور پھر آج سے تقریباً چھ ماہ پہلے کی ایسی ہی ایک رات۔ جس رات کا ہر لمحہ میری بے چینی و بے قراری میں اضافہ کرتا چلا گیا تھا۔ میں جو اپنے معمولات کا پکا آدمی، صبح سویرے اٹھنا اور جلد سونا میرا زندگی بھر کا معمول ہی نہیں اصول بھی ہے۔ اس رات یہ اصول ٹوٹ گیا۔ اس روز جب شام کے جھٹپٹے میں باہر کے کام سے فارغ ہو کر میں گھر پہنچا تو دیکھا زبیدہ صحن میں جھاڑو دے رہی ہے اور چہرے پر کچھ خفگی کے آثار بھی تھے۔ میں صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھ گیا اتنے میں وہ بھی فارغ ہو کر ہاتھ منہ دھو کر میرے پاس آ گئی۔ میں نے اسکی خفگی کا راز جانتے ہوئے بھی جب اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا "لگتا ہے آج میری بیٹی نے بہت کام کیا ہے" تو وہ خاموش رہی پھر ایک دم بولی "ابا! آج آپ کو میری بات ماننا پڑے گی" اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ اس نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا۔ دھیما دھیما اصرار آج شدت اختیار کر گیا تھا۔ اتنے میں اذان ہوئی اور میں نماز ادا کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ مسجد سے فارغ ہو کر ڈیرے پر چلا گیا۔ اور جب گھر واپس آیا تو زبیدہ اور اسکی ماں سو رہی تھیں۔ زبیدہ کو دیکھتے ہی مجھے اسکی بات پھر یاد آ گئی۔ میں خاموشی سے دوسرے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ سونے کی کوشش کی لیکن نیند ساتھ چھوڑ گئی۔ زبیدہ کی بات ذہن میں ہلچل پیدا کر رہی تھی۔ "ابا! آج آپ کو میری بات ماننا پڑے گی"۔ میرے چاروں بچوں میں زبیدہ سب سے چھوٹی ہے اور یوں مجھے پیاری بھی بہت۔ بڑے تینوں بچے دو بیٹے اور بیٹی شادی شدہ ہیں اور اتفاق سے تینوں ہی شہر جا بسے۔ گو کہ گاہے بگاہے ملنے آتے رہتے ہیں لیکن اب گھر بھر کی رونق زبیدہ سے ہی قائم ہے۔ اس نے گاؤں کے سکول سے اسی سال دسویں کا امتحان پاس کیا تو اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اپنی سہیلی ساجدہ کے ساتھ کالج داخلہ لے گی۔ "کون ساجدہ وہی چوہدری اکرم کی بیٹی؟" جی! بیٹا وہ اگر داخلہ لیتی ہے تو ان کی مرضی لیکن تمہارا اتنی دور اکیلے جانا مناسب نہیں میں نے پیار سے سمجھایا تو وہ مان گئی اور اپنی ماں کے ساتھ گھر گرہستی کے کاموں میں مشغول ہو گئی۔ ساجدہ کے ساتھ اسکی دوستی اب بھی تھی کبھی وہ آ جاتی اور کبھی یہ ملنے چلی جاتی۔ میں کچھ عرصے سے محسوس کر رہا تھا کہ زبیدہ کی گفتگو میں کچھ تبدیلی سی آئی ہے۔ کبھی کبھی وہ ایسی بات کہتی کہ میں چونک جاتا۔ جیسے ایک دن وہ کہہ رہی تھی ابا! یہ گاؤں کے لوگ اتنے دقیانوسی کیوں ہیں؟ دنیا کہاں سے کہاں

پہنچ گئی اور یہ ابھی تک پرانے طور طریقوں، ریتوں رسموں کو ہی سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ نہیں بھئی یہ بات نہیں دنیا بے شک جہاں مرضی پہنچ جائے اور سائنس جتنی بھی ترقی کر لے روایات سے کٹ تو نہیں سکتی۔ پھر اچھی روایات اچھے چلن اور اچھے اخلاق کی حیثیت تو مسلمہ ہے۔ ان کے بغیر زندگی بے معنی اور پھیکی ہے بالکل بے ہنگم۔ پرانا ہونا کوئی عیب ہے؟ کوئی برائی ہے کیا؟ اور بیٹا یہ دقیانوسی کا پروپیگنڈہ تو نئی تہذیب کے ان متوالوں کا ہے جو ہر اچھی بات پر دقیانوسی کا لیبل لگانے کو ترقی سمجھتے ہیں پھر ترقی اور نیچ پن میں فرق کیا ہوا؟ میری اس گفتگو سے وہ خاموش تو ہو گئی لیکن شاید مطمئن نہیں۔ ایک دن وہ بولی "ابا! آپ سے ایک بات کہنی ہے" "کہو" یہ جو درخت ہے نا اسے کٹوا دیجئے۔ بھی وہ کیوں؟ میں حیرت زدہ سا بولا۔ ایک تو سارا دن اس پر پرندوں کا شور رہتا ہے اور دوسرے پتے گرتے ہیں تو صحن میں گند پھیلتا ہے بار بار صفائی کرنا پڑتی ہے۔ نہیں بیٹا یہ درخت تمہارے دادا جان نے لگایا تھا۔ پتے گرتے ہیں تو پھر کیا ہوا اسکی چھاؤں بھی تو ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی۔ لیکن زبیدہ کے نزدیک اب جبکہ بجلی آچکی تھی اسکی چھاؤں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ بجلی کے پنکھوں اور ایر کولر کا مقابلہ یہ درخت کر سکتا ہے؟ وہ وقتی طور پر خاموش تو ہو گئی لیکن دھیما دھیما اصرار جاری رہا اور میں ٹالتا رہا۔ یہ بات درست تھی کہ اب ہماری دوپہریں پنکھے اور ایر کولر میں گزرتیں۔ لیکن بہر حال اسکی اپنی ایک اہمیت تھی اور میں اسے کٹوانے پر کسی صورت آمادہ نہ تھا۔ لیکن زبیدہ کے لہجے میں آج جو قطعیت تھی لگتا تھا کہ اب وہ اس کے وجود کے بالکل برداشت نہیں کرے گی۔ اور میں اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑا تھا جہاں میرے لئے کسی ایک راستے کا انتخاب مشکل ہو رہا تھا۔ یہ درخت میرے بابا کی نشانی تھا۔ اس کے نیچے دو نسلیں پروان چڑھی تھیں۔ میں، میرے بچے اور اب تیسری نسل میں چاہتا تھا وہ بھی اسکی چھاؤں میں بیٹھے اسکے سائے میں کھیلے کہ یہ اس کے بڑوں کی نشانی تھا۔ اس سے بہت سی یادیں اور باتیں وابستہ تھیں۔ بہت سے منظر اب بھی میری آنکھوں میں اس کی وجہ سے محفوظ تھے۔ بابا گرمیوں کی دوپہر ہمیشہ اسی کے سائے میں گزارتے تھے۔ گھر میں کوئی تقریب ہوتی یا کوئی صلاح مشورہ کرنا ہوتا تو خاندان کے بڑے یہیں اکٹھے ہوتے۔ چارپائیاں بچھ جاتیں جن پر چاندنی کھیس اور گاؤ تکیے رکھ دیئے جاتے پھر حقوں کی گڑگڑاہٹ میں خوب محفل جمتی۔ کتنے ہی راز تھے جو اس کے سینے میں دفن تھے۔ میں اور میرے بچے اسی پر جھولا جھولتے عمر کی اس حد کو پہنچے تھے اور اب جب شہر سے میرے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں آتے تو انکی پہلی فرمائش یہی ہوتی کہ انہیں جھولا ڈال دیا جائے۔ اور پھر ان کے قہقہوں اور کلکاریوں سے گھر میں نغمے سے بکھر جاتے۔ ان کے ماں باپ لاکھ ڈانٹ کے انہیں کمروں میں سلائیں لیکن ان کا اصرار ہوتا کہ وہ دوپہر اسی کے نیچے گزاریں گے۔ مجھے تو یوں لگتا جیسے اس گھر کی ہر خوشی اسی سے وابستہ ہو۔ اور اب میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ زبیدہ کی بات مانوں یا۔۔۔۔۔۔؟ ایک طرف ماضی تھا اور دوسری طرف حال۔ ایک طرف بوڑھی اور تجربہ کار سوچ تھی تو دوسری طرف نئی اور جوان امنگیں۔ ایک طرف روایات و اقدار کی پاسداری تھی تو دوسری طرف نئی سوچ اور نئے تقاضے تھے۔ جدت تھی۔ خواہشیں تھیں، ولولے تھے، جذبات تھے، تغیر تھا، تبدیلی ہی تبدیلی تھی۔ اور میں ایک دوراہے پر کھڑا سوچ رہا تھا ماضی اور حال کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے کیوں؟ شاید۔۔۔۔۔۔۔ نہیں نہیں یہ فاصلہ حد سے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ میں اس فاصلے کو مزید نہیں بڑھنے دوں گا۔۔۔۔ لیکن کیسے؟ میرے دل و

دماغ میں جنگ جاری تھی دل کچھ کہتا تھا تو دماغ کچھ سوچتا- پھر------- پھر بالاخر میں نے دماغ کی بات مانتے ہوئے ایک فیصلہ کر لیا- اور یہ فیصلہ کرتے ہوئے نہ جانے کیوں میری آنکھوں کے گوشے خود بخود بھیگ گئے------ بابا! مجھے معاف کر دینا میں آپ کی نشانی کی حفاظت نہ کر سکا- شاید وقت کی آواز کو پہچاننا اور قربانی دینا ناگزیر ہو گیا تھا- اور جب سگریٹ کا ٹکڑا میرے ہاتھوں کو جلانے لگا تو میں ایک دم ہوش میں آیا یوں جیسے ایک طویل تھکا دینے والا سفر کیا ہو- باہر آ کر دیکھا تو صبح کا اجالا دھیرے دھیرے ہر چیز پر پھیل رہا تھا- میں اپنے فیصلے پر مطمئن تھا بہت مطمئن---- پھر صبح میں نے گھر سے باہر نکلتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ آج مزارع کا بیٹا "کالو" آ کر درخت کاٹ جائے گا- میں نے کالو کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا اور خود کام کے سلسلے میں شہر چلا گیا- شام گئے جب گھر لوٹا تو اتفاق سے زبیدہ ہی سامنے کھڑی تھی- آج اسکے چہرے پر خفگی کے آثار دور دور تک بھی نہ تھے- مجھے دیکھتے ہی وہ کھل اٹھی- "ابا دیکھا آج گھر کتنا روشن روشن لگ رہا ہے" صحن بھی صاف ستھرا ہے اور پرندوں کا بھی شور نہیں ورنہ تو اس وقت اک ہنگامہ ہوتا تھا- شام جب بسیرا کرنے کیلئے اکٹھے ہوتے تو کان ہی کھا لیتے تھے- میں دھیرے سے مسکرا دیا- ہاں ابا کالو نے درخت کو تنے سے نہیں کاٹا یہ چھوڑ گیا ہے کہہ رہا تھا ملک صاحب نے ایسے ہی کہا تھا- میں نے بات کو سمیٹتے ہوئے کہا بیٹا یہ بیچارہ ٹنڈ منڈ سا تنا تو اب کوئی تکلیف نہیں دے گا نہ ہی صحن میں گند پھیلائے گا اور نہ اس پر پرندے ڈیرا جمائیں گے- میری اس بات پر زبیدہ خاموش ہو گئی یوں جیسے اسے واقعی اس تنے سے کوئی خطرہ نہ ہو- میری کیفیت عجیب تھی- گھر میں ویرانی اور اداسی محسوس ہوتی تھی- نہ اب صبح نور کے تڑکے چڑیوں کی چہکار ہوتی اور نہ شام کو بسیرے کے لئے پرندوں کا شور- اب میں نے کسی گلہری کو اس پر بھاگتے نہیں دیکھا تھا- یوں لگتا تھا جیسے بلبل اور کوئل اس گھر کا رستہ بھول گئی ہوں- وقت گزرتے پتہ نہیں چلا اور اس بات کو تقریباً چھ ماہ گزر گئے- اور آج کے ایک واقعے نے میرے اندر اک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی ہے- مجھے یوں لگتا ہے جیسے مجھے اس واقعے کا انتظار تھا- میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ زبیدہ اس کٹے ہوئے تنے کو اکثر و بیشتر دیکھتی رہتی ہے- مگر میں اسے اپنا وہم یا خیال کہتا- لیکن کل جب زبیدہ نے کہا "ابا! یہ کون سا موسم ہے برسات ہے نا؟" ہاں بیٹے- ابا کہتے ہیں کہ اس موسم میں ٹنڈ منڈ سوکھے تنے بھی ہرے ہو جاتے ہیں- میں ایک دم چونک گیا بیٹا تمہیں یہ خیال کیوں آیا؟ کچھ نہیں بس ایسے ہی- مجھے لگا جیسے وہ کچھ چھپا گئی ہے- میں بھی خاموش ہو گیا- لیکن ایک خدشہ میرے دل میں گھر کر گیا- اور آج------- آج تو حد ہو گئی سہ پہر کے قریب جب میں سو کر کمرے سے باہر آیا تو ششدر رہ گیا------ زبیدہ پانی کا پائپ پکڑے شیشم کے اس ٹنڈ منڈ تنے کو پانی دے رہی تھی مجھ پر نظر پڑتے ہی بولی "ابا! یہ تنا پھوٹ پڑے گا نا؟" "اس کی کونپلیں نکل آئیں گی؟" ہاں بیٹا ہاں- میں جلدی سے باہر نکل آیا- پتہ نہیں کیوں میں وہاں ٹھہر نہ سکا- اور اب رات کے اس گھہرے سکوت میں میں اس واقعے پر سوچ رہا ہوں- آسودگی اور شانتی کی ایک لہر ہے جو میرے وجود میں سرایت کر جاتی ہے- میرے کانوں میں زبیدہ کا جملہ گونج رہا ہے- ابا! یہ تنا پھوٹ پڑے گا نا؟ اسکی کونپلیں نکل آئیں گی؟ ہاں بیٹا- ضرور- اسکی کونپلیں نکلیں گی یہ پھر سے ہرا ہو گا- اسکی شاخیں اور پتے پھیل جائیں گے- آئندہ آنے والے نسلیں اسکی چھاؤں میں پروان چڑھیں گی- اس پر جھولے پڑیں گے، قہقہے گونجیں گے، نغمے بکھریں گے، پرندے چہچہائیں گے- اب

اس کی آبیاری کا بوجھ بوڑھے اور جھکے ہوئے کندھوں پر نہیں بلکہ جوان اور طاقت ور شانوں پر ہو گا۔ اب۔۔۔۔اب کبھی کوئی زبیدہ اسکو کاٹنے کی خواہش نہیں کرے گی۔ اب ماضی اور حال کے فاصلے کبھی حد سے نہیں بڑھیں گے۔ میرا انگ انگ خوشی سے معمور ہے اور تاروں بھرا آسماں میری خوشیوں میں شریک۔ میں نے ایسا آسماں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔

نعت

لالہ صحرائی

سجا ہے سامنے روئے محمد
مری نعتیں ہیں خوشبوئے محمد

قیامت کی فضائیں ضوفشاں ہیں
ہے میرے روبرو روئے محمد

رواں ہے سوئے جاں اک سیلِ نکہت
ہُوا ہے جاں کا رخ سوئے محمد

کوئی تو خواب ہو، خوابِ مبارک
میں دیکھوں خواب میں روئے محمد

جو بوئے خُلد آتی ہے حرم سے
یہی ہے اصل میں بوئے محمد

نگہ کا، جذبِ دل کا، اور جاں کا
چلا ہے کارواں سوئے محمد

ملائک اور بشر، سب اس کے خواہاں
کہ پیارا ہے بہت کوئے محمد

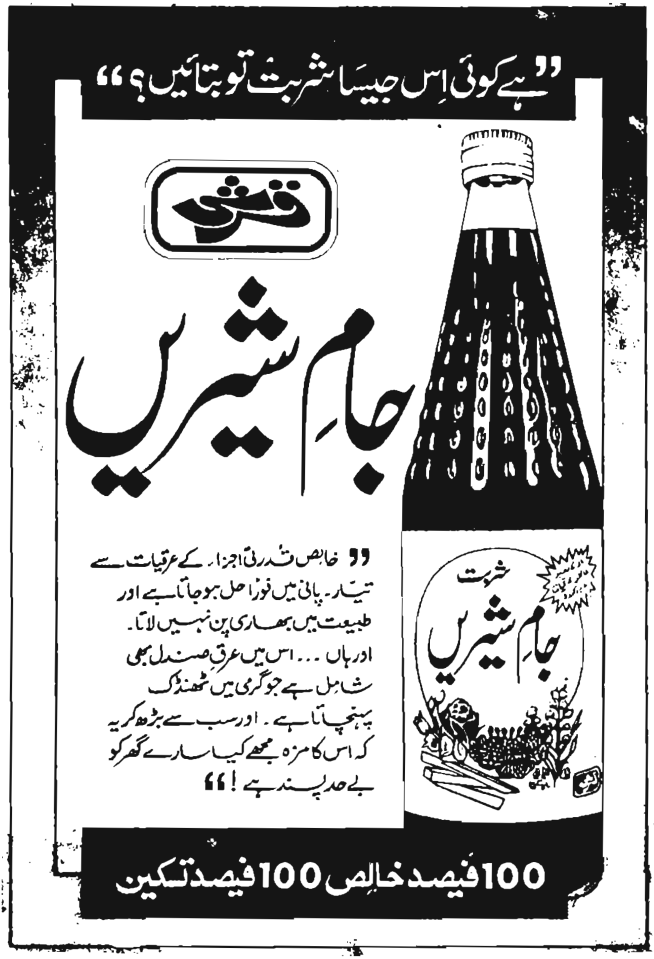
"ہے کوئی اِس جیسا شربت تو بتائیں؟"
قرشی
جامِ شیریں
"خالص قدرتی اجزاء کے عرقیات سے تیار۔ پانی میں فوراً حل ہو جاتا ہے اور طبیعت میں بھاری پن نہیں لاتا۔ اور ہاں... اس میں عرقِ صندل بھی شامل ہے جو گرمی میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا مزہ مجھے کیا سارے گھر کو بے حد پسند ہے!"
شربت
جامِ شیریں
100 فیصد خالِص 100 فیصد تسکین

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

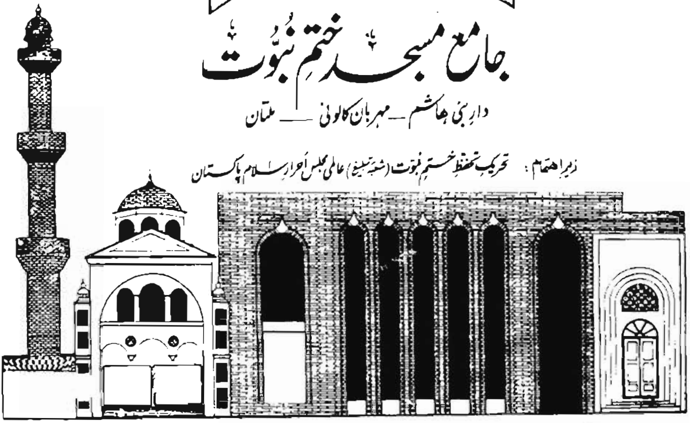

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔

اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا

امیر شریعت نمبر

(حصہ دوم)

چھپ گیا ہے

اور جلد بندی کے مرحلہ میں ہے۔

اِن شاء اللہ پندرہ روز میں آپ کے زیر مطالعہ ہو گا۔

پانچ سو سے زائد صفحات

قیمت =/300 روپے

سالانہ چندہ =/100 روپے

سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت

صرف =/200 روپے

پیشگی منی آرڈر بھیج کر نمبر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے، سید محمد کفیل بخاری، مدیر مسؤل نقیب ختم نبوت

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون: 511961